18تا24 ستمبر2008ء/17تا23رمضان المبارک1429ھ

احمد مختار بمقابلہ مہاتما گاندھی
روزے اور قرآن کا باہمی تعلق
صرف ایک سجدے کی ضرورت ہے
غزوۂ بدر: نصرت الٰہی کی چند صورتیں
ڈاکٹر اسرار احمد کی دردمندانہ اپیل
رمضان المبارک کی قدر و قیمت
اعتکاف اور لیلۃ القدر
بوسنیائی مسلمانوں کی معاشرت II
مظلوم کی آہیں

صدرِ پاکستان کا حلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں..........صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک تعالیٰ، کتب الٰہی، جن میں قرآن پاک ختم الکتب ہے، نبوت حضرت محمد ﷺ بحیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، روز قیامت اور قرآن پاک وسنت کی جملہ مقتضیات و تعلیمات پر ایمان رکھتا ہوں۔ کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا۔ کہ میں بحیثیت صدر پاکستان میں اپنے فرائض، کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خودمختاری، سالمیت، استحکام، بہبود اور خوش حالی کی خاطر انجام دوں گا۔ کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔ کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔ کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا۔ کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلاخوف و رعایت اور بلا رغبت وعناد قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔ اور یہ کہ میں کسی شخص کی بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا اور نہ اسے ظاہر کروں گا جو بحیثیت صدر پاکستان میرے سامنے غور کے لیے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا بجز جب کہ بحیثیت صدر اپنے فرائض کی کماحقہ انجام دہی کے لیے ایسا ضروری ہو۔ (اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے، آمین)

[اے کاش! اگر ہمارا کوئی ایک صدر ہی اِس حلف پر نیک نیتی سے عمل پیرا ہوتا تو آج ملک وقوم کو مخدوش صورتحال کا سامنا نہ ہوتا۔]

سورۃ الاعراف

(آیات:1۔2)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿الٓمّٓصٓ ۝ کِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَذِکۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝﴾

”المص۔(اے محمدؐ یہ) کتاب (جو) تم پرنازل ہوئی ہے،اس سے تم کو تنگدل نہیں ہونا چاہیے (یہ نازل) اس لیے (ہوئی ہے) کہ تم اس کے ذریعے سے (لوگوں کو) ڈرسناؤ اور (یہ) ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے۔“

سورۃ الاعراف قرآن مجید کی سب سے بڑی مکی سورت ہے، اِس اعتبار سے کہ یہ 24 رکوعوں پر مشتمل ہے۔اس کی 206 آیات ہیں۔کسی اور مکی سورت کے 24 رکوع نہیں ہیں۔البتہ مکی سورتوں میں ایک سورۃ الشعراء ہے جس کے رکوع تو کل 11 ہیں مگر اُس کی آیات کی تعداد سورۃ الاعراف کی آیات سے زیادہ ہے یعنی 227۔ لیکن یہ آیات چھوٹی چھوٹی ہیں اس لیے اُن کی تعداد زیادہ ہے۔ ورنہ مصحف میں سورۃ الشعراء تقریباً 14 صفحات میں ہے، جبکہ سورۃ الاعراف تقریباً 34 صفحات پر مبنی ہے۔

المص۔ یہ حروف مقطعات ہیں۔ان کا حقیقی مفہوم اور مطلب کسی بھی شخص کو معلوم نہیں۔ یہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے مابین راز ہے۔ سورۃ البقرہ اور سورۂ آل عمران کے آغاز میں سہ حرفی حروف مقطعات آئے ہیں۔ جبکہ یہاں سورۃ الاعراف کے آغاز میں اور سورۃ الرعد کے شروع میں چار حرفی حروف مقطعات آئے ہیں۔

عام انسان کا معاملہ تو یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلطیاں بھی دوسروں کے سر ڈالنا چاہتا ہے، مگر ایک شریف النفس آدمی کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی غلطیوں اور نافہمیوں پر غور کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس میں کہیں میری غلطی تو نہیں۔ تو حضور ﷺ بھی بشری تقاضے کے تحت فکرمند رہتے تھے کہ آپؐ کی انتہائی کوشش اور مسلسل جدوجہد کے باوجود اگر لوگ ایمان نہیں لا رہے تو کہیں مجھ سے کوئی کمی یا کوتاہی نہ رہ گئی ہو۔ چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ آپؐ کو تسلی دے رہا ہے کہ یہ کتاب جو آپؐ کی طرف نازل کی جا رہی ہے (اور آپؐ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچا کر انہیں ایمان کی دعوت دے رہے ہیں، تو اگر وہ دعوت کو قبول نہیں کر رہے تو) اس کی وجہ سے آپ کے اوپر کوئی تنگی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ کتاب تو اس لیے ہے کہ آپ اس کے ذریعے خبردار کریں اور یہ اہل ایمان کے لیے یاددہانی ہے۔ جن کی فطرتیں سلیم ہیں، اُن کے اندر ایمان کا potential موجود ہوتا ہے، اس Dormant ایمان کو activate کرنے کی ضرورت ہے۔

تواضع کی حقیقت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:((اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰۤی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَّلَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”اللہ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم عاجزی کرو اور منکسر المزاج بن کر رہو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے، اپنی بڑائی نہ جتائے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے اور نہ کوئی کسی کا حق مارے۔“

تشریح: ذی مرتبہ لوگوں اور افرادِ حکومت کو سب سے زیادہ ”تواضع“ کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ ریاست کے باشندوں کو امن اور اطمینان کی زندگی نصیب ہو۔ ”تواضع“ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے سے کم مرتبہ لوگوں کو حقیر نہ سمجھے اور ان پر زیادتی نہ کرے بلکہ ان سے برادرانہ برتاؤ کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد مختار بمقابلہ مہاتما گاندھی

براعظم جنوبی امریکہ کے غریب ترین ملک بولیویا نے حزب اختلاف کو حکومت کے خلاف اکسانے پر امریکی سفیر کو ملک سے نکال دیا۔ 11 ستمبر کو اظہار یکجہتی کرتے ہوئے وینزویلا نے امریکی سفیر کو نکل جانے اور اپنے سفیر کو واشنگٹن سے واپس آنے کا حکم جاری کر دیا۔ حالانکہ امریکہ وینزویلا سے سالانہ 40 ارب ڈالر کا تیل خریدتا ہے۔ اگلے ہی روز ہنڈورس نے بھی دونوں ملکوں سے یکجہتی کے اظہار کے لیے نئے امریکی سفیر سے اسنادِ سفارت وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ بی بی سی کے مطابق یہ تینوں ملک اس براعظم میں ہیں جسے امریکہ اپنے حلقہ اثر میں سمجھتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایٹمی طاقت ہے اور نہ یہ امریکہ کی ایک ہفتہ بھی فوجی مار سہہ سکتے ہیں۔ تینوں امریکہ کے قریب ترین اتحادی ہیں نہ ہی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ہراول دستے۔ یہ القابات تو پاکستان کے لیے ہیں جس پر 3 ستمبر سے قبل جاری کیے گئے خفیہ اجازت نامے کے تحت حملے ہو رہے ہیں۔ یہ حملے اسی وفادار ملک پر ہو رہے ہیں جس نے بقول امریکہ سب سے زیادہ القاعدہ ارکان پکڑ کر دیے اور اس کے لیے اپنے سینکڑوں فوجی شہید کرائے۔ سانحہ نائن الیون سے کہیں زیادہ پاکستانی شہری خودکش بمباروں کا بھی نشانہ بن چکے ہیں۔ ایسے میں وزیراعظم گیلانی امریکہ و برطانیہ کو پاکستان کی نیک نیتی پر قائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آصف زرداری پاکستان پر یکطرفہ کارروائی سے تعلق ظاہر کرنے والے نیٹو کے ہیڈ کوارٹرز برسلز جانے کی بجائے برطانوی وزیراعظم سے ملاقات کر رہے ہیں۔ سب سے نفیس بیان تو وزیر دفاع چودھری احمد مختار کا ہے کہ ”پاکستان دفاع کی پوری صلاحیت رکھتا ہے لیکن تلوار سے دفاع ضروری نہیں“۔ اگر عدم تشدد کے سب سے بڑے حامی گاندھی آج زندہ ہوتے تو احمد مختار کا منہ چوم لیتے۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ ایک مرتبہ کسی زوال گزیدہ نواب کو قرض خواہ نے سر بازار گریبان سے پکڑ لیا اور بے نقط سنانے لگا۔ نواب نے کہا کہ صاحب! آپ ہمیں گالیاں نہ دیں ورنہ ہماری گالیاں آپ کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ قرض خواہ غنڈے نے کہا کہ نواب کے بچے، ہمت ہے تو دے گالی۔ نواب آنکھوں میں خون اتار کر چیخے، اب مرغی کے بچے گریبان چھوڑو۔

یہ کسی عسکریت پسند یا انتہا پسند مذہبی رہنما کا بیان نہیں ہے بلکہ بی بی سی کا اُردو نیوز بلٹن ہے اور یہ نیوز بلٹن اُس دن جاری کیا گیا جس روز صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری برطانیہ پہنچے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ کسی بھی صلح پسند سیکولر دانشور یا حکومتی عہدیدار کی توجہ امریکی حملوں کی طرف کروائی جاتی ہے تو وہ چٹاخ کر جواب دیتا ہے، کیا ہم امریکہ سے جنگ مول لے لیں؟ کیا ہم اپنا حشر افغانستان اور عراق جیسا کروالیں؟ کیا ہم امریکہ کو جنگ میں شکست دے سکتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ امریکہ سے براہ راست تصادم سے گریز کرتے ہوئے بہت سے اقدام کیے جاسکتے ہیں جو امریکہ کو پاکستان پر حملوں کی اپنی پالیسی تبدیل کرنے پر مجبور کر دیں۔ اگر پاکستان امریکی فوجیوں کی پاکستان کے راستے رسد بند کر دے تو کیا امریکہ کے لئے افغانستان میں جنگ جاری رکھنا ممکن رہے گا۔ ہم جنگ سے گریز کرتے ہوئے بہت سے اقدام کر سکتے ہیں جو امریکہ کے لیے مشکلات پیدا کر دیں گے۔

امریکی الزام یہ ہے کہ پاکستان سے عسکریت پسند افغانستان میں داخل ہوتے ہیں اور یہ دراندازی افغانستان میں امریکی شکست کا باعث بن رہی ہے، لہٰذا پاکستان عسکریت پسندوں کی دراندازی روکے۔ سوال یہ ہے کہ اگر پاکستان دراندازوں کو روکنے میں ناکام ہو رہا ہے یا بدنیتی سے انہیں روکنا ہی نہیں چاہتا تو امریکی اور افغان فوج مل کر ”نیک نیتی“ سے اُن کا افغانستان میں داخلہ ناممکن کیوں نہیں بنا دیتی۔ پاک افغان بارڈر کا

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — 18 تا 24 ستمبر 2008ء — 17 تا 23 رمضان المبارک 1429ھ — شمارہ 38

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک.......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

طول وعرض فریقین کے لیے ایک جیسا ہے۔ امریکہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ پاکستان طالبان کے ہاتھوں اُس کی شکست کو فتح میں بدل دے اور اگر پاکستان ایسا نہیں کرتا تو امریکہ دباؤ ڈالنے کے لیے میزائل حملوں کے ذریعے پاکستان کے عام شہریوں بشمول عورتیں اور بچے ہلاک کرتا رہے گا۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق تمام امریکی حملوں میں القاعدہ یا طالبان کا کوئی ایک لیڈر بھی اب تک ہلاک نہیں ہوا، اور امریکہ اِس سے بے خبر نہیں۔ اصلاً اُس کے حملوں کا مقصد صرف اور صرف پاکستانی حکومت پر دباؤ ڈال کر اپنے مطالبات تسلیم کرانا ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ ہماری قیادت خصوصاً سیاسی قیادت امریکہ کا حقیقی ایجنڈا یا سمجھتی نہیں یا سمجھنا چاہتی نہیں۔ امریکہ جہاں یہ چاہتا ہے کہ پاکستان اُسے طالبان سے جنگ جیت کر پلیٹ میں پیش کرے، وہاں اُس کی یہ زبردست خواہش بھی ہے کہ پاکستان کو ایٹمی طاقت سے محروم کر دے اور بلوچستان کو علیحدہ کر کے گوادر کی بندرگاہ چین کے لیے نو گو ایریا بنا دے، تا کہ چین کی بڑھتی ہوئی قوت پر حد لگائی جا سکے۔

صورتِ حال کا جائزہ لیں تو سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔ بش اُس مذہب کا پیروکار ہے جس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے گال پر تھپڑ رسید کرے تو اُس کے سامنے دوسرا گال کر دو۔ اور یہ بش Pre-empt حملوں کی پالیسی پر عمل کر رہا ہے اور احمد مختار خوش قسمتی یا ''بدقسمتی'' سے اُس دین کا پیروکار ہے جس کا مطالبہ ہے کہ دین کی سربلندی کے لیے جہاد اور قتال کے لئے نکلو۔ پھر ہمارے چودھری مختار صاحب اپنا دوسرا گال امریکہ کو پیش کرنے پر کیوں مصر ہیں۔ کوئی ہے جو احمد مختار کو سمجھائے (ہم سمجھتے ہیں یہ صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے، انسان کے بس کی بات نہیں) کہ ہم پسپا ہوتے ہوتے اگر اپنے ایٹمی اثاثہ جات گنوا بیٹھتے ہیں تو بھارت جس کے سینے پر پاکستان کا وجود سانپ کی طرح لوٹ رہا ہے وہ پاکستان کو ایک دن کے لیے بھی زندہ رہنے دے گا؟ پھر یہ کہ اگر گوادر ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو چین کا ہمارے ساتھ کیا تعلق رہ جاتا ہے۔ احمد مختار کی خدمت میں عرض ہے کہ خوف ایک لاعلاج مرض ہے۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے، لیکن خوف انسان کو ذلت کی موت دیتا ہے۔ ٹیپو سلطان بھی مر گیا اور میر صادق بھی منوں مٹی تلے دفن ہو گیا لیکن کتنا فرق ہے دونوں کی موت میں۔

کیا آپ امریکہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے ہاتھ جوڑنے پر یا منت سماجت کرنے پر اپنے ٹیکس دہندگان کے بدن سے نچوڑے ہوئے خون سے غداری کرے گا۔ کیا تاریخ میں کوئی ایسی مثال موجود ہے کہ طاقتور فوج ہاتھ جوڑنے اور پاؤں پڑنے پر واپس لوٹ گئی ہو۔ احمد مختار صاحب آپ ایک صنعتکار ہیں۔ غریب صارفین کی آہ و پکار آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تو سرمایہ داروں کا سرغنہ اپنے سیاسی معاشی اور عسکری مفادات آپ کی جی حضوری سے کیونکر تج دے گا۔ اگر وزیر دفاع ہونے کے باوجود تلوار کا بوجھ آپ کے ہاتھوں کے لیے ناقابلِ برداشت ہو رہا ہے اور آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو رہا ہے تو دیانت داری کا تقاضا ہے کہ اِس عہدہ سے سبکدوش ہو جائیں۔ مہاتما گاندھی نے ہندوستان کی آزادی کے لیے اگر عدم تشدد کی پالیسی اپنائی تھی تو یہ اُس وقت کا تقاضا تھا۔ اگر 65ء میں مہاتما گاندھی زندہ ہوتا تو اُس کا رویہ کیا ہوتا، اپنے اس گرو سے روحانی سطح پر رابطہ کر کے پوچھ لیجیے۔

آخر میں آپ کی خدمت میں عرض کر دیں کہ ہندو فلسفہ پر عمل کرتے ہوئے لوگ کیڑوں مکوڑوں کو بچانے کے لیے ننگے پاؤں چلنا شروع ہو گئے تو آپ کی صنعت یقیناً تباہ ہو جائے گی۔ مہاتما گاندھی کو مہاتما گاندھی رہنے دیں۔ آپ خدارا! احمد نام کی لاج ہی رکھ لیں۔ اگر جنوبی امریکہ کے غریب ترین ملک بولیویا اور وینزویلا اور ہنڈورس امریکہ کو آنکھیں نکال سکتے ہیں تو ہمیں کیا ہے! آخر ہم نے ایٹمی ملک ہونے کی بدنامی اپنے سر کس لیے لے رکھی ہے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کا

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ II)

اعلان برائے داخلہ

کورس کا نصاب

۱) مکمل ترجمۃ القرآن
۲) حدیث
۳) فقہ
۴) اصول تفسیر
۵) اصول حدیث
۶) اصول فقہ
۷) عقیدہ
۸) عربی زبان وادب
۹) عالم اسلام اور احیائی تحریکیں: ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ
۱۰) اضافی محاضرات

تدریس کا آغاز و دورانیہ:

داخلہ ٹیسٹ: 11/اکتوبر 2008ء

کلاسز کا باقاعدہ آغاز: 13/اکتوبر 2008ء

کورس کا کل دورانیہ ایک سال ہے۔ طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کورس کو دو مساوی حصوں (سمسٹرز) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر سمسٹر چھ ماہ کے دورانیے پر مشتمل ہے۔ ہفتے میں 5 دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

اہلیت: کورس میں داخلے کے لیے درج ذیل تعلیمی اہلیت (کم از کم) لازمی ہے:

۱) بی اے/بی ایس سی یا مساوی ڈگری
۲) رجوع الی القرآن کورس (پارٹ ۱)

رابطہ و پراسپکٹس: شعبہ تدریس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501، فیکس: 5834000
ای میل: irts@tanzeem.org

روزے اور قرآن کا باہمی تعلق

قرآن و سنت کی روشنی میں

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ جمعہ میں ہم نے استقبالِ رمضان المبارک کے موضوع پر نبی اکرم ﷺ کے ایک خطبہ کا جس کے راوی حضرت سلمان فارسیؓ ہیں، مطالعہ کیا تھا، اور اس کی روشنی میں رمضان کی فضیلت اور اس کی برکات کے مختلف پہلو ہمارے سامنے آئے۔ اسی نسبت سے کچھ اور احادیث کا مطالعہ بھی آج پیش نظر ہے۔ بالخصوص اُس موضوع پر بات ہوگی جو پچھلی بار وقت کی کمی کی وجہ سے تشنہ رہ گیا تھا یعنی روزے اور قرآن کا باہمی تعلق کیا ہے۔ اُس خطبہ میں آپؐ کے الفاظ یہ تھے:

"جعل اللہ صیامہ فریضۃ و قیام لیلہ تطوعا"

"اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی راتوں میں بارگاہِ الٰہی میں کھڑا ہونے کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک کا روزہ رکھنا تو فرض قرار دیا، جیسا کہ سورۃ البقرہ میں فرمایا: "تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے، وہ پورے مہینے کے روزے رکھے" (آیت: 185) اور رمضان کی راتوں میں قیام کو فرض نہیں کیا، بلکہ اِسے آزاد مرضی پر چھوڑا ہے۔ یہ نفل عبادت ہے۔ رات کا قیام، جسے ہم تہجد کہتے ہیں وہ تو پورے سال میں ہی نفل عبادت ہے۔ اور اس کی بڑی تشویق و ترغیب دلائی گئی ہے، اور احادیث میں فضیلت آئی ہے۔ لیکن ماہ رمضان میں اس کی خصوصی اہمیت ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقام عطا کیا ہے۔ اور اسی کا مظہر یہ ہے کہ نمازِ تراویح ہمارے مسلم کلچر کا ایک حصہ ہے۔ مسلمان دن کا روزہ رکھتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ رات کو تراویح ادا کرتے ہیں۔ نمازِ تراویح میں ہم قرآن سنتے ہیں۔ ہر مسلمان کی یہ خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس ماہ مبارک میں ایک قرآن کی سماعت ضرور مکمل کرے۔ ہم پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت حنفی المسلک ہے۔ لہٰذا بیس تراویح پڑھتے ہیں اور 20 تراویح میں روزانہ پارہ سوا پارہ کے حساب سے 27 ویں یا 29 ویں رمضان کو قرآن ختم ہو جاتا ہے۔ اہلحدیث حضرات بھی آٹھ تراویح میں روزانہ پارہ سوا پارہ پڑھ کر، اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کو مکمل کرتے ہیں۔

رات کے قیام کا اصل مقصد اور غرض و غایت کیا ہے؟ قرآن مجید کا پڑھنا اور سننا۔ اللہ نے رمضان اور قرآن کو جوڑ دیا ہے۔ اُس نے جو ہدایت بھیجی ہے وہ اِس ماہ بھیجی ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (آیت: 185) "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔" اس ماہ مبارک کو روزے کے لیے خاص کر دینے کی حکمت بھی یہ ہے کہ یہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ اور

عجیب بات ہے کہ روزے میں آپ کھانا پینا تو ترک کرتے ہیں لیکن اللہ نے جو چیزیں ابدی طور پر خلافِ شرع اور ممنوع قرار دی ہیں، اُن سے نہیں بچتے

قرآن کیا ہے؟ ھدی للناس۔ یہ لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے ہدایت نامہ ہے۔ یہ پیغامِ ہدایت ہے۔ لہٰذا تعلیم ہے کہ مسلمانو! اس کو سنو۔ اور اصل میں سننے سے مراد یہ ہے کہ اِسے سمجھو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا ہدایت ہے جو رب نے نازل کی۔ وہ کیا پیغام ہے، جو ہمارے لیے اتنے اہتمام سے نازل ہوا، جس کے پہنچانے کے لیے رحمۃ للعالمین (ﷺ) مبعوث فرمائے گئے۔ معلوم ہوا کہ ان دونوں یعنی روزہ اور قرآن میں خاص تعلق ہے۔ تہجد کی نماز کے بارے میں ہمارا عام تصور یہ ہے کہ اس کے اندر آٹھ رکعتیں پوری کر لی جائیں، لیکن اگر آپ قرآن مجید کی طرف رجوع کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ بنیادی طور پر یہ جاگنے کے مفہوم میں ہے۔ نبی ﷺ سے فرمایا گیا:

﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ (اسراء: 79)

"اور رات کے اوقات میں اس (قرآن) کے ساتھ جاگا کیجیے"۔

تہجد جاگنے کے مفہوم میں ہے۔ رات تو سونے کے لیے ہے، لیکن فرمایا کہ اِس کا کچھ حصہ قرآن کے ساتھ گزارو۔ نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ رات کو سوتے بھی تھے لیکن رات کے ایک حصے میں قیام بھی فرمایا کرتے تھے، کبھی آدھی رات، کبھی ایک تہائی رات اور کبھی دو تہائی رات۔ چنانچہ طویل قراءت آپؐ کا معمول تھا۔ اور بہت سے صحابہؓ کا بھی یہ معمول روایات میں آتا ہے کہ نمازِ تہجد میں روزانہ اتنا قرآن پڑھتے تھے کہ ایک ہفتے میں قرآن کی تلاوت مکمل کر لیتے تھے۔ اور یہ اُن کی سال کے گیارہ مہینوں کی روٹین تھی۔ ہم تو ایک مرتبہ قرآن سنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم نے شاید کے ٹو سر کر لیا لیکن ایک ہفتے میں قرآن مکمل کرنا، اور نمازِ تہجد میں چار ساڑھے چار پارے پڑھنا اُن ہستیوں کا معمول تھا۔ تو رات کو جاگنا ہے قرآن کے ساتھ اور اس قیام اللیل کے لیے جو نصاب ہے، وہ سورۃ مزمل میں دیا گیا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝﴾

"اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو، رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات، (قیام) آدھی رات (کیا کرو) یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔"

یہ ہے اصل میں قیام اللیل کا اصل ہدف یعنی قرآن

کو پڑھنا۔ اس ماہ مبارک میں جو نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، اس کی خصوصی فضیلت ہے۔ لہٰذا اگر ہم نے اس ماہ کی برکات سے فائدہ اٹھانا ہے تو دن کے روزہ کے ساتھ ساتھ ہمیں رات کو قیام کرنا ہوگا، اور اس کے لیے کم سے کم نصاب وہ ہے جو حضرت عمرؓ کے دور میں ایک نظام بن گیا اور جو آج بھی ہیں تراویح کے صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ چاہیے کہ ہر آدمی عشا کے بعد کم از کم ایک، ڈیڑھ پارہ جتنا بھی ہوسکے سنے، باقی جن کو اللہ توفیق دے وہ آخری حصے میں پھر کھڑے ہوں۔ اور یہی اُس وقت قیام اللیل کا معمول تھا۔ اصل مقصود یہی سمجھا جاتا تھا۔

ماہِ رمضان کی برکات سے پورے طور پر فیض یاب وہی لوگ ہوسکتے ہیں،
جو پورے آداب کے ساتھ دن کا روزہ رکھیں اور رات کو قرآن کے ساتھ قیام کریں

دن کا روزہ رات کا قیام یہ احادیث سے ثابت ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ)) (رواہ البخاری و مسلم)

''جس نے روزے رکھے رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ' بخش دیے گئے اس کے تمام سابقہ گناہ' اور جس نے (راتوں کو) قیام کیا رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ' بخش دیے گئے اس کے جملہ سابقہ گناہ۔''

اندازہ کیجیے، روزہ رکھنے کا کتنا اجر وثواب ہے۔ لیکن پھر میں توجہ دلا دوں، بات رہ نہ جائے کہ روزے میں ہم صرف اللہ کی رضا کے لیے جو پابندیاں قبول کرتے ہیں یعنی کھانے پینے اور جنسی تعلقات سے پرہیز، ان کے ساتھ ساتھ ان پابندیوں کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے جو پابندیاں ایک مسلمان پر شرعی اعتبار سے سارا سال لازم ہوتی ہیں بلکہ ان کا اہتمام تو زیادہ ضروری ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ)) (رواہ البخاری)

''جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے، تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

اگر آپ روزے کی حالت میں بھی زبان سے غلط باتیں نکال رہے ہیں اور گناہ بھی کما رہے ہیں، تو روزہ کا ہے

کو ہوا۔ اگر دوکاندار جھوٹ بول رہا ہے، دھوکہ دے رہا ہے، ملاوٹ کر رہا ہے، ایک شخص دوسرے کا حق مار رہا ہے، کوئی کسی کو گالی دے رہا ہے تو روزہ کا مقصد کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ روزے میں اگر یہ کام اور دیگر منکرات نہ چھوڑے تو روزہ روزہ نہیں ہے۔ اللہ کو پھر کوئی پروا نہیں کہ تم اپنا کھانا پینا چھوڑ دو۔ یہ تو فاقہ ہے۔ عجیب بات ہے کہ روزے میں آپ کھانا پینا تو ترک کرتے ہیں لیکن اللہ نے جو چیزیں ابدی طور پر خلاف شرع اور ممنوع قرار دی ہیں، اُن سے نہیں بچتے۔ روزہ تو یہ ہے کہ ان ممنوعات کو تو چھوڑنا ہے ہی، ہاں اضافی طور پر یہ جائز اور حلال چیزیں بھی جو عام دنوں میں جائز اور حلال ہیں، اللہ کی رضا کی خاطر اور اس کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے چھوڑ دو۔ مذکورہ حدیث میں اُن لوگوں کے لیے بھی بخشش کی خوشخبری ہے، جو رات کو قیام کرتے ہیں، رات کو قرآن کے ساتھ جاگتے ہیں۔ اور قیام اللیل یہ نہیں کہ ہم آدھا گھنٹہ جاگ جائیں اور بس!

پریس ریلیز | **12 ستمبر 2008ء**

جنرل اشفاق پرویز کیانی نے جس جرأت مندانہ انداز میں پاکستان کی سرحدوں کی خلاف ورزی کرنے پر امریکہ کو خبردار کیا ہے وہ یقیناً قابلِ تحسین ہے

قبائلی علاقوں میں اپنے عوام پر گولہ و بارود کی بارش بند کی جائے، ورنہ حکومت اور فوج کے لیے امریکی سامراج کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہونا ممکن نہیں رہے گا

حافظ عاکف سعید

چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے جس جرأت مندانہ انداز میں پاکستان کی سرحدوں کی خلاف ورزی کرنے پر امریکہ کو خبردار کیا ہے وہ یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ اس موقف پر مضبوطی سے قائم رہنے اور صورتِ حال کے متقاضی ہونے پر اس کے عملی نفاذ کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی نے چیف آف آرمی سٹاف کے بیان کو حکومتی پالیسی کے مطابق قرار دیا ہے، لیکن حکومت کی طرف سے بعض منفی سگنلز بھی دیے جا رہے ہیں۔ انہوں نے صدر کی حلف برداری کی تقریب میں افغان کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی کو مدعو کرنا انتہائی غیر مناسب اور ملکی مفاد کے خلاف قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ صدر آصف زرداری نے اپنی پہلی پریس کانفرنس میں چینی نامہ نگار کو واضح طور پر یقین دہانی کروائی تھی کہ وہ پہلا سرکاری دورہ چین کا کریں گے۔ لیکن اب وہ اچانک گورڈن براؤن کی دعوت پر فوری طور پر برطانیہ جا رہے ہیں یعنی مغرب کا جادو اب بھی سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نئی جمہوری حکومت کے لیے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ وہ امریکہ کی مسلط کردہ اس نام نہاد دہشت گردی کی جنگ سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کرے، اور دشمن کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے قبائلی علاقوں میں حکومت اپنے عوام پر گولہ و بارود کی بارش بند کرے اور اُن کے مسائل کو مذاکرات کے ذریعے سیاسی انداز میں حل کرے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت اور فوج نے عوامی خواہشات کا احترام نہ کرتے ہوئے اپنے ہی عوام کا قتل عام جاری رکھا تو اُس کے لیے امریکی سامراج کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہونا ممکن نہیں رہے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

نہیں بلکہ اس کا تقاضا تب پورا ہوگا جب ہم ایک تہائی رات قرآن کے ساتھ گزاریں۔ اور جو اس سے زیادہ جاگے، تو یہ اور بھی فضیلت کی بات ہے۔ بہرحال ماہ رمضان کی برکات اور فیوض سے پورے طور پر فیض یاب وہی لوگ ہو سکتے ہیں، جو پورے آداب کے ساتھ دن کو روزہ رکھیں اور رات کو قرآن کے ساتھ قیام کریں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں، تو یہ چیزیں آخرت میں اُن کی سفارش کریں گی۔ یہی بات ایک حدیث میں آئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ))

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما)۔ اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا۔ اے میرے ربّ! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما)۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور خاص مراحم خسروانہ سے نوازا جائے گا)۔“

تو یہ ہے اصل میں دن کا روزہ اور رات کا قیام جس کی احادیث میں تاکید اور فضیلت آئی ہے اور جس کا کم سے کم نصاب یہ ہے کہ ہم نماز تراویح کا اہتمام کریں، قرآن سنیں، تاکہ رمضان کی برکات سے مستفید ہو سکیں اور جن کو اللہ توفیق دے، وہ اِس سے بھی زیادہ کوشش کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

صرف ایک سجدے کی ضرورت ہے

نورا کینہ قاضی

وزیر آباد اور مسجد وزیر خان کا نام کسی پاکستانی کے لیے اجنبی نہیں، لیکن اس شہر اور مسجد کو بنانے اور آباد کرنے والے نواب وزیر خان کے حالات سے شاید بہت کم لوگ آگاہ ہوں گے۔ نواب وزیر خان کا اصل نام علیم الدین انصاری تھا وہ پنجاب کے ایک معمولی سے گاؤں میں جو وزیر آباد کے قریب ہی واقع تھا، ایک معمولی درجہ کے حکیم تھے۔ اس گاؤں میں اور بھی حکیم موجود تھے جن کی حکمت حکیم صاحب کے مقابلے میں خوب چلتی تھی۔ اس لیے وہ خوب خوشحال تھے۔

حکیم علیم الدین انصاری ایک بے حد متقی، قناعت پسند، اللہ پر توکل کرتے والے صابر وشاکر آدمی تھے۔ جو کبھی اپنی عسرت، تنگدستی اور ناقادری پر جلتے کڑھتے نہیں تھے بلکہ اسے مرضی مولیٰ سمجھتے ہوئے ہر دم اللہ کے شکر گزار بنے رہتے تھے۔ حکیم صاحب کی بیوی اس صورت حال پر ہمیشہ شاکی رہتیں۔ ان سے لڑتی جھگڑتیں اور اکثر ان کی کتابیں اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دیتیں کہ کیا فائدہ تمہاری اس حکمت کا جو گھر کا چولہا بھی نہ جلا سکے۔ نیک دل حکیم صاحب جواباً بیوی سے الجھنے کی بجائے انہیں صبر وشکر کی تلقین کرتے اور اچھے دنوں کی امید دلاتے جواً کرہی نہ دے رہے تھے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حکیم صاحب کے گھر کئی دنوں تک چولہا نہ جلا۔ ان کے خاندان پر فاقے گزرنے لگے۔ ان کی بیوی کے طعنے دراز ہوتے گئے تو حکیم صاحب شدید آزردگی کی حالت میں گاؤں کی مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں نماز ادا کی اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر رونے گڑگڑانے لگے کہ ”بارالٰہی! میری ایسی ناقدری کیوں ہو رہی ہے۔ میں ایسی قدر ناشناسی کا شکار کیوں ہوں؟......“ نمازِ فجر تک حکیم صاحب اللہ کے حضور اسی طرح روتے گڑگڑاتے رہے اور اس سے اس کے فضل وکرم کی بھیک مانگتے رہے۔ پھر جب انہوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو سجدے کی جگہ ان کے آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی۔ اس وقت ان کا دل بے حد مطمئن اور ایک طرح کا روحانی سکون محسوس کر رہا تھا۔ اس دوران دوسرے نمازی بھی مسجد میں آنا شروع ہو چکے تھے۔ حکیم صاحب نے ان کے ساتھ نماز فجر ادا کی اور گھر آ گئے۔ انہوں نے سوچا، تھوڑی دیر سو لوں پھر جا کر اپنا مطب کھولوں گا۔ لیکن اس وقت گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ انہوں نے جا کر دروازہ کھولا۔ باہر ایک سپاہی کھڑا تھا۔ اس نے ان سے کہا کہ ان کے لشکر کا سالار شدید پیٹ درد میں مبتلا ہے، وہ چل کر اسے دیکھ لیں۔

حکیم صاحب سمجھ گئے کہ سالار درحقیقت دردِ قولنج میں مبتلا تھا۔ انہوں نے ضروری دوائیاں ساتھ لیں اور سپاہی کے ہمراہ لشکر گاہ پہنچ گئے۔ سالار اپنے خیمے میں بستر پر پڑا درد سے بری طرح تڑپ رہا تھا۔ حکیم صاحب نے اسے اپنی دوائیں استعمال کرائیں۔ تھوڑی دیر میں اس کی حالت سنبھلنی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس کا درد جاتا رہا اور وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے حکیم صاحب کا بے حد شکریہ ادا کیا، ان کی حکمت کو سراہا اور انہیں اشرفیوں کی ایک تھیلی عطا کی۔

حکیم صاحب اللہ کی اس مہربانی پر ممنون اور مسرور و شاداں گھر واپس آ گئے۔ انہوں نے اپنے اہلِ خانہ کو تمام قصہ سنایا اور انہیں اشرفیوں کی تھیلی دکھائی اور کہا کہ انہیں اپنا گاؤں چھوڑ کر کسی بڑے شہر چلے جانا چاہیے، وہاں وہ اپنا مطب کھول لیں گے۔ ممکن ہے وہاں ان کی حکمت خوب چل نکلے۔ ان کی بیوی نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ چنانچہ یہ طے ہوا کہ چند دنوں بعد وہ رختِ سفر باندھ کر کسی بڑے شہر روانہ ہو جائیں۔ لیکن اسی شام ایک سپاہی لشکر کے سالار کی طرف سے اس کا پیغام لے کر پہنچ گیا کہ حکیم صاحب اپنا رختِ سفر باندھ لیں اور اپنے خاندان کے ساتھ لشکر کے ہمراہ دارالحکومت آگرہ چلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ حکیم صاحب نے فوراً ہی تعمیل حکم کی اور اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ تیار ہو کر لشکر سے جا ملے اور اس کے ہمراہ آگرہ روانہ ہو گئے۔ راستے بھر وہ سالار کی دی ہوئی اشرفیوں سے آگرہ میں اپنا مطب کھولنے کے طرح طرح کے منصوبے سوچتے رہے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ آگرہ جا کر وہ جس مکان میں رہائش اختیار کریں گے اس کے ایک حصے میں اپنا مطب کھول لیں گے۔ ان کا یہ مطب رفتہ رفتہ ترقی کرتا جائے گا۔

لیکن اب رحمتِ خداوندی پوری طرح جوش میں آ چکی تھی۔ حکیم صاحب کی اللہ کے حضور سجدہ ریزی اور گریہ وزاری نے عرشِ الٰہی کو ہلا دیا تھا! جونہی یہ لشکر آگرہ پہنچا انہیں اطلاع ملی کہ نور جہاں بادشاہ بیگم کئی دنوں سے شدید عرق النسا میں مبتلا بستر پر پڑی ہیں اور ملنے جلنے اور چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہیں۔ شاہی اطباء اور دیگر اطباء کی دوائیں اور تدبیریں کوئی کام نہیں کر رہیں۔ یہ اطلاع پاتے ہی نو وارد لشکر کا سالار فوراً شہنشاہ جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اسے حکیم علیم الدین انصاری کے بارے میں بتایا۔ ان کے ہاتھوں اپنی شفایابی کا واقعہ سنایا اور اُن کی حکمت کی

تعریف کرتے ہوئے ان سے بادشاہ کے بیگم کے علاج کی سفارش کی۔ جہانگیر پہلے ہی اپنی محبوب ملکہ کی علالت پر بے حد پریشان اور ہر قسم کے علاج کے لیے تیار تھا، فوراً راضی ہو گیا اور حکیم صاحب کو بلوا کر انہیں ملکہ کے علاج کا حکم دیا۔ حکیم صاحب نے ملکہ کی فصد کھلوائی، فاسد خون نکالا، ضروری ادویات دیں، غذا اور پرہیز بتایا۔ اللہ کی قدرت سے چند دنوں کے اندر اندر بادشاہ بیگم مکمل صحت یاب ہو کر بستر سے اٹھ کر چلنے پھرنے لگیں۔ اس مسیحائی پر جہانگیر نے حکیم صاحب کو نہ صرف بھاری انعامات و کرامات سے نوازا بلکہ وزیر خان کے لقب سے سرفراز کرتے ہوئے انہیں شاہی طبیب کا عہدہ بھی عطا کیا۔ پھر انہیں پنج ہزاری منصب، ایک شاندار محل، نوکر چاکر، گھوڑے اور ہاتھی بھی عطا کیے۔ یوں حکیم صاحب کے ہاں دولت کی ریل پیل ہو گئی۔ ان کی بیوی جو پہلے ہر دم ان کی ناکام حکمت پر نالاں اور تنگ دستی پر شکوہ سنج رہتی تھیں، اب بڑی شان سے زندگی گزارنے لگیں۔ ان کے بچے عیش و آرام سے رہنے لگے۔ لیکن اس کایا پلٹ کے باوجود حکیم صاحب کے عجز و انکسار، شکر گزاری، تقویٰ اور دینداری میں کوئی فرق نہ آیا۔ انہوں نے اپنا دامن ہمیشہ امیرانہ آلودگیوں سے بچا کر رکھا اور اپنے آپ کو نیکی اور بھلائی کے کاموں کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے بے شمار مساجد، مدرسے، سرائیں، سڑکیں اور پل تعمیر کروائے۔ بیواؤں اور یتامیٰ کے وظائف مقرر کیے۔ نیکی کے ہر کام کے لیے ان کے ہاتھ ہمیشہ کھلے رہے۔

پھر جہانگیر کے بعد شاہ جہان تختِ آگرہ پر رونق افروز ہوا۔ اس نے بھی حکیم صاحب کی بے حد قدر افزائی کی۔ انہیں ہفت ہزاری منصب اور جاگیر عطا کی۔ اب حکیم صاحب کی شان و شوکت اور کروفر میں اور بھی اضافہ ہو گیا اتنے بلند مقام اور دولت کی ریل پیل کے باوجود حکیم صاحب اللہ کے احسان کو کبھی نہ بھولے اور بدستور نیکی اور بھلائی کے کام کرتے رہے۔ اس زمانے میں انہوں نے اپنے گاؤں کے قریب وزیر آباد شہر آباد کیا۔ اور مسجد وزیر خان جیسی شاندار اور پرشکوہ مسجد تعمیر کروائی۔ وہ اور بھی بہت سے نیکی کے کام کرنے کی خواہش دل میں لیے ہوئے تھے وہ انہیں کر ڈالتے لیکن اللہ کے حضور سے ان کا بلاوا آ گیا۔

یہ ایک ”سچے سجدے“ کی کہانی ہے۔

ہماری اسلامی تاریخ ایسے ہی سچے سجدوں کے واقعات سے بھری ہوئی ہے جنہیں ان چند صفحات میں سمونا ممکن نہیں۔ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ کنواہہ کی جنگ میں مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر نے اللہ کے حضور جو سچا سجدہ کیا تھا، اس کے نتیجے میں اسے نہ صرف اپنے دشمنوں پر شاندار فتح نصیب ہوئی تھی بلکہ ہندوستان میں طویل عرصہ تک مغلیہ سلطنت کے قیام کی راہ بھی ہموار ہو گئی تھی۔

خود آنحضرت ﷺ کی مختلف مواقع پر اللہ کے حضور سجدہ ریزیوں کا حال تو ہر مسلمان کو معلوم ہے۔

مشکل کشا، حاجت روا، دستگیر، حافظ و نگہبان، اپنے بندوں کے لیے حقیقی سہارا اور سائبان صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی ذات پاک ہے۔ بندوں کو حکم ہے کہ وہ ہر قسم کے مصائب و آزمائش اور مشکلات میں اس سے مدد مانگیں، اس کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، روئیں گڑگڑائیں، تو یہ ناممکن ہے کہ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت رکھنے والی وہ ذات پاک ان کی مشکل کشائی اور دستگیری نہ کرے۔ ان کی مرادیں نہ بر لائے۔ مگر اب یوں معلوم ہوتا ہے جیسے مسلمانوں کا یقین و اعتقاد اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر سے بلکہ خود اس کی ذات پاک سے بھی کمزور اور مشتبہ ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اللہ کو اپنا سہارا، سائبان، حفیظ و نگہبان، حاجت روا اور رزاق سمجھنے کی بجائے اس طاغوتی قوت امریکہ کو اپنا ان داتا اور دستگیر سمجھنے لگے ہیں کہ وہی ہماری تمام مشکلات دور کرے گا۔ ہماری تمام مرادیں پوری کرے گا۔ یہ توحید کے سراسر منافی ہے ہی، عقل و دانش کے بھی خلاف ہے

ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

ڈرنا اصل میں صرف اللہ سے چاہیے، مگر بدقسمتی سے مسلمان حکمران اب امریکہ سے ڈرنے اور لرزہ براندام رہنے لگے ہیں۔ اس کی معمولی سے خفگی ان کی جان نکال دیتی ہے۔ اس کی رضا اور خوشنودی کے لیے وہ ہر وہ کام کر رہے ہیں اور بلاچوں وچرا کر رہے ہیں، جس سے دین سے، احکامات خداوندی سے روگردانی ہو رہی ہے۔ طاغوتی قوتوں کا سرخیل امریکہ آج کل ایک بے تھے بیل اور باؤلے کتے کی طرح ہر مسلم ملک پر چڑھ دوڑ رہا ہے۔ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون ندی نالوں کی صورت میں بہہ رہا ہے۔ اس صورت حال پر ہر عام مسلمان دکھی اور مضطرب ہے، غصے سے بے تاب اور انتقام کے درپے ہے۔ لیکن مسلمان حکمرانوں کا یہ حال ہے کہ اپنے عوام کو جبر و استبداد کے نیچے تلے دبائے امریکہ کے سامنے بھیگی بلی بنے اس کا ہر جائز و ناجائز حکم بلاچوں وچراں مانتے ہیں اور اس کی غلامی کے شکنجے کو اپنے گرد زیادہ سے زیادہ کستے چلے جا رہے ہیں، کہنے کو یہ بھی مسلمان ہیں، نمازیں پڑھتے اور شعائر اسلامی کی پابندی کرتے ہیں۔ یہ قرآن بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن قرآن پڑھتے پڑھتے اس فرمانِ الٰہی سے گزر جاتے ہیں کہ

”یہود و نصاریٰ تم سے کبھی خوش نہ ہوں گے جب تک تم ان کی راہ پر نہ چلنے لگو۔“

اس ہدایت الٰہی سے بھی صرف نظر کر ڈالتے ہیں کہ

”اے اہل ایمان! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے اُن کو دوست بنائے گا، وہ انہی میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“ (المائدہ: 51)

کیا ان ”بے بس و مجبور“...... ”مظلوم و مقہور“ مسلمانوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ روزِ قیامت انہیں اپنے اس دنیاوی آقا و مولیٰ امریکہ کے سامنے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کے سامنے کھڑے ہونا ہے۔ جو ان سے پوچھے گا کہ تمہیں ڈرنا تو مجھ سے چاہیے تھا پھر تم کیوں اپنے ہی جیسے انسانوں کے خوف میں مبتلا ہو گئے، میری بجائے ان کے سامنے کیوں سجدہ ریزیاں کرتے رہے؟ اس وقت ان کی کیا حالت ہو گی؟ یہ کیا جواب دیں گے؟

جس وقت امریکی صدر نے ہمارے فوجی حکمران کی فون کال پر پتھر کے زمانے میں دھکیل دینے کی دھمکی دیتے ہوئے طالبان کے خلاف اس سے مدد مانگی تھی، اس وقت اسے صرف ایک ”سچے سجدے“ کی ضرورت تھی۔ ہمارا فوجی حکمران اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس کی مدد پر یقین کامل رکھتے ہوئے امریکہ کا حکم ماننے سے صاف انکار کر دیتا اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس سے مدد کا طلب گار ہوتا۔ روتا گڑگڑاتا تو اللہ تعالیٰ رب العالمین احکم الحاکمین کے سامنے اس کی یہ سجدہ ریزی اور الحاح وزاری پر اس کی رحمت کے دروازے کھول دیتی۔ لاکھ مشکلات کے باوجود، بالآخر خدائی قوتیں اس کی مدد کو پہنچ جاتیں جن سے ٹکرا کر طاغوتی قوتیں پاش پاش ہو جاتیں۔ پھر امریکہ کو ہمارے حکمران کو اپنی کٹھ پتلی بنانے اور اپنے اشاروں پر نچانے کی ہمت نہ ہوتی۔ نہ یہ کشت و خون، مظالم، بے انصافی اور تدریجاً امریکی غلامی کا سلسلہ شروع ہوتا۔ نہ افغانستان تاراج ہوتا، نہ آج ہماری سرحدوں پر یلغار ہوتی۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ برسہا برس سے امریکہ سے مرعوب اور اس کے سامنے دبے چلے آنے والے اور اس کی خوشنودی کے متلاشی، اس کی جی حضوری کے لیے ہر دم تیار، دوسرے مسلمان حکمرانوں کی طرح ہمارا خانہ کعبہ کی چھت پر نعرہ تکبیر بلند کرنے والا، ایٹمی ہتھیار اور بہادر فوج رکھنے والا فوجی حکمران بھی اللہ کی بجائے امریکہ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ نائن الیون سے لے کر اب تک ہمارے ملک کے جو حالات چلے آ رہے ہیں، انہیں ہمارے ملک کی تاریخ کا سیاہ ترین باب کہا جا سکتا ہے۔

قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک ہمارے ملک کے جو حالات چلے آ رہے ہیں اور جس قسم کے لوگ ہمارے حکمران بنتے چلے آ رہے ہیں انہیں دیکھتے ہوئے عوام کے سیاسی فہم و شعور کی ناپختگی اور ناتجربہ کاری کا احساس ہوتا ہے۔ عوام ہی جانتے بوجھتے ہر مرتبہ برے اور بداطوار لوگوں کو اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں۔ خود ہی اپنے اوپر برے حکمران مسلط کرتے ہیں۔ پھر خود ہی انہیں برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ نہ خود کو بدلتے ہیں، نہ غلط نظام کو بدلتے ہیں۔ اس طرح اپنے حکمرانوں کے ساتھ وہ بھی گناہ گار بنتے اور عذاب الٰہی کے مستحق بنتے ہیں۔ ان حالات میں جبکہ طاغوتی قوتیں ہم پر غلبہ پا چکیں، ہمیں عملاً اور ذہناً اپنا غلام بنا چکیں ہیں، عذاب الٰہی کے کئی کوڑے ہم پر برس چکے ہیں، ضرورت قوم یونس علیہ السلام کی طرح اجتماعی توبہ کی ہے، سچے سجدوں کے ساتھ سچی اور حقیقی توبہ کی۔ یہی ہمارے لیے راہ نجات ہے۔

غزوۂ بدر میں نصرت الٰہی کے ظہور کی چند صورتیں

حافظ محمد مشتاق ربانی

17 رمضان المبارک سن 2 ہجری کو حق و باطل کا وہ تاریخ ساز معرکہ پیش آیا، جسے تاریخ غزوۂ بدر کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اِس معرکے میں اسلامی لشکر نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود اپنے سے کئی گنا لشکر کو شکست دی، اور رہتی دنیا تک اہل اسلام کو یہ پیغام دیا کہ اسلحہ اور ٹیکنالوجی کی اہمیت بجا سہی، مگر مسلمانوں کے لیے اصل چیز ایمان ہے۔ اگر وہ ایمان کی بیش قیمت متاع رکھتے ہوں تو تباہ کن اور خوفناک اسلحوں سے لیس اپنے سے کئی گنا بڑی فوج کو شکست دے سکتے ہیں۔

2 ہجری کو روزے فرض ہوئے اور پہلے ہی رمضان المبارک کی 17 تاریخ بروز جمعۃ المبارک کو غزوۂ بدر پیش آیا، جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ان لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو اس کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ سورۃ العنکبوت میں فرمایا: ”جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے ہم انھیں اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکوکاروں ہی کے ساتھ ہے“۔ سورۃ الصف میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کا جس طور سے ذکر ہوا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں سے نہ صرف مغفرت نصیب ہوگی بلکہ دنیا میں اللہ کی مدد بھی حاصل ہوگی۔ فرمایا: ”اور وہ دوسری (شے) جو تم چاہتے وہ بھی تمھیں دے گا (یعنی) اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح۔ اے نبیؐ! اہل ایمان کو اس کی بشارت دے دو۔“ (الصف:13) غزوۂ بدر میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی واضح مدد نصیب ہوئی۔ مسلمان اسلحی اور عددی قوت کے اعتبار سے کافروں کے مقابلے میں کمزور تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی کیونکہ وہ نصرت الٰہی کے حصول کی بنیادی شرائط پوری کر چکے تھے۔ اِس نصرت کا تذکرہ سورۃ آل عمران میں فرمایا: ”اور اللہ نے بدر کے میدان میں تمھیں فتح مند کیا تھا حالانکہ تم بڑی کمزور حالت میں تھے۔“ (آیت: 123) آیئے، دیکھیں بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے کس کس صورت اہل ایمان کی مدد کی۔ یہ مدد ہمیں پانچ بڑی صورتوں میں نظر آتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- **نعاس:**

غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو نعاس نصیب ہوئی۔ نعاس عربی میں ابتدائی نیند یعنی اونگھ اور جھپکی کو کہتے ہیں۔ اور یہ اونگھ ایسی تھی جو راحت وسکون کا باعث بنی۔ سورۃ الانفال میں فرمایا: اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ (آیت:11) ”جب اللہ تعالیٰ نے امن وسکون کے لیے تم پر نعاس طاری کر دی۔“ یہ نعاس غزوۂ احد کے موقع پر بھی مسلمانوں کو نصیب ہوئی، جس کا ذکر سورۃ آل عمران کی آیت 154 میں ہے۔

2- **نزول ماء:**

ماء سے مراد یہاں بارش ہے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی، کیونکہ میدان بدر میں کافر پانی پر قابض ہو گئے، تو مسلمان پانی سے محروم ہو گئے۔ مزید براں مسلمان بدر کے بالائی حصے پر تھے، جبکہ کفار نشیبی حصے پر تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی تو مسلمانوں کی جگہ پر ریت جم گئی اور کفار کی جگہ پر کیچڑ ہو گئی اور اس پر کافروں کے لیے چلنا دشوار ہو گیا۔ نزول ماء کا ذکر سورۃ الانفال میں فرمایا:

﴿اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ﴾ (آیت:11)

”اور وہ آسمان سے تمہارے اوپر پانی برسا رہا تھا، تاکہ تمھیں اس کے ذریعے پاک صاف کرے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست دور کرے اور تمہاری ہمت بندھائے اور اس کے ذریعہ سے تمہارے قدم جما دے۔“

آیت کے اس جزو میں غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہونے والی بارش کے کئی فوائد بتائے گئے جو مندرجہ ذیل ہیں:

☆ **تطہیر:** اہل ایمان نے اس بارش کے پانی کو پینے کے لیے اور دیگر ضروریات کے لیے تو ذخیرہ کیا ہوگا لیکن ان کے سامنے پینے کی ضرورت سے زیادہ طہارت وضو اور غسل کی صورت سامنے آئی ہوگی۔

☆ **شیطان کی نجاست سے دوری:** اس سے مراد شیطان کی طرف سے پیدا کردہ وسوسے ہیں جیسا کہ شیطان کی طرف یہ وسوسہ پیدا کیا گیا کہ مسلمانو! تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو، پھر بھی تمھیں پانی میسر نہیں اور کفار کو پانی میسر ہے، پھر اگر تمھیں پانی میسر نہیں تو غسل جنابت کی صورت میں تمھیں مشکل پیش آئے گی وغیرہ، لیکن بارش کے برسنے سے شیطان کی طرف سے وسوسوں کا سدّ باب ہو گیا۔

☆ **ثبات قلب:** پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں مسلمان جس بے چینی کا شکار ہو رہے تھے وہ زائل ہو گئی۔ اور ان کے دلوں کو سکون واطمینان نصیب ہو گیا۔

☆ **ثبات قدم:** نزول ”ماء“ سے پہلے مسلمانوں کی جانب زمین نرم تھی، قدم اس میں دھنس رہے تھے۔ بارش برسنے سے ریت کی تہہ جم گئی، لہٰذا بارش نے مسلمانوں کے پڑاؤ میں زمین کو لڑائی کے لیے موزوں بنا دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: ”بعض اوقات قدرتی حوادث کا ایک معمولی سا واقعہ بھی فتح وشکست کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ جنگ واٹرلو کے تمام مورخین متفق ہیں کہ اگر 17 اور 18 جون (1815ء) کی درمیانی رات میں بارش نہ ہوئی ہوتی تو یورپ کا نقشہ بدل گیا ہوتا کیونکہ اس صورت میں نپولین کو بارہ بجے تک زمین خشک ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑتا، سویرے ہی لڑائی شروع کر دیتا۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ بلوخر کے پہنچنے سے پہلے ولنگٹن کو شکست ہو جاتی۔ واٹرلو میں بارش نہ ہوئی ہوتی تو یورپ کا سیاسی نقشہ بدل جاتا، لیکن بدر میں نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟ تمام کرۂ ارضی کی ہدایت وسعادت کا نقشہ اُلٹ جاتا۔ اسی طرف پیغمبرؐ اسلام نے اپنی دُعا میں اشارہ کیا تھا: خدایا، اگر خدام کی یہ چھوٹی سی جماعت آج

ہلاک ہوگئی تو کرۂ ارضی میں تیرا سچا عبادت گزار کوئی نہیں رہے گا۔" (بحوالہ "رسول رحمت" صفحہ 290)

3- ملائکہ کے ذریعے سے امداد

غزوۂ بدر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ مدد کے لیے التجائیں کر رہے تھے، تو اللہ نے آپؐ کی دعاؤں کو قبول کیا، اور فرشتوں کو وحی کی کہ "میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہل ایمان کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا، پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔" (الانفال: 10) اور رسول اللہؐ کے پاس وحی آئی ﴿انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین﴾ (الانفال: 9) "میں تمہاری مدد کے لیے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔" علامہ اقبال نے اسی مردفین کا مفہوم "قطار اندر قطار" بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جب فرشتوں کے نزول کے بارے میں وحی آئی تو آپؐ باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے زرہ پہن رکھی تھی اور آپؐ یہ آیت پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ (ترجمہ) "عنقریب یہ جتھہ شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا بلکہ ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے اور وہ بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔" (القمر: 45،46) اس کے بعد آنحضورؐ نے ایک مٹھی کنکریلی مٹی کی لی، اور قریش کی طرف رُخ کر کے فرمایا: شاھت الوجوہ "چہرے بگڑ جائیں" اور ساتھ ہی مٹی ان کے چہروں کی طرف پھینک دی، پھر مشرکین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی دونوں آنکھوں، نتھنے اور منہ میں اس ایک مٹھی مٹی میں سے کچھ نہ کچھ گیا نہ ہو۔ اس کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: "جب آپؐ نے مٹھی بھر خاک پھینکی تو یہ آپ کا کام نہیں تھا یہ تو اللہ کا کام تھا۔" (الانفال: 17) غزوۂ بدر میں فرشتوں کے نزول کی بات صرف بشارت اور اطمینان کی حد تک نہ تھی بلکہ فرشتے عملی طور پر نازل ہوئے۔ چنانچہ "ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔" (الانفال: 12) کے مخاطبین فرشتے بھی ہو سکتے ہیں۔ نزول ملائکہ کے سلسلے میں سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق کی سیرت کی کتاب کے حوالے سے ایک واقعہ درج ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ بنی غفار میں سے ایک شخص مجھ سے بیان کرتا تھا کہ میں اور میرا چچازاد بھائی ہم دونوں بدر کی جنگ کا تماشہ دیکھنے ایک پہاڑ پر چڑھے اور ہم دونوں اس وقت مشرک تھے اور ہمارا یہ خیال تھا کہ جس کی فتح ہوگی اس کے ساتھ ہو کر ہم بھی مال غنیمت لوٹیں گے۔ اس پہاڑ پر ہم نے ایک بادل دیکھا اور اس میں سے ہم کو گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز آئی اور یہ سنا کہ اس بادل میں کوئی شخص کہتا ہے اے حیزوم!! آگے بڑھ۔ پس یہ آواز سن کر مارے خوف کے میرا بھائی تو اسی وقت مر گیا اور میں بھی قریب ہلاکت پہنچا، مگر بمشکل میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

نزول ملائکہ کے سلسلے میں کئی واقعات ہیں، جو سیرت اور تفسیر کی کتابوں میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

4- القاء الرعب

غزوۂ بدر کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی جیسا کہ سورۃ الانفال میں فرمایا: ﴿سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ﴾ (آیت 12) "میں عنقریب کفار کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔" رعب کے معنی ہیبت، دھاک اور دہشت کے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کسی انسان پر دوسرے کا رعب طاری ہو جائے تو پھر وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ کو جو بے شمار امتیازات حاصل ہیں ان میں سے ایک آپ کو رعب کا حاصل ہونا ہے۔ آپ کا یہ رعب ان دلوں پر پڑتا تھا جو شرک و کفر کرتے تھے۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا: "ہم کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے اس لیے کہ وہ خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔" (آل عمران: 151)

5- دشمن کی نظر میں کثیر، لیکن حقیقت میں قلیل

نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دکھایا گیا کہ کفار کم ہیں جیسا کہ سورۃ الانفال میں فرمایا: اور یاد کرو وہ وقت جبکہ اے نبیؐ! خدا ان کو تمہارے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا۔ اگر کہیں وہ تمہیں ان کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا شروع کر دیتے لیکن اللہ نے اس سے تمہیں بچایا۔ یقیناً وہ سینوں کا حال تک جانتا ہے۔" (43)

اس آیت کے حاشیہ میں مولانا مودودی تفہیم القرآن (147/2) میں لکھتے ہیں: "یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو مدینہ سے لے کر نکل رہے تھے یا راستہ میں کسی منزل پر تھے اور یہ تحقیق نہ ہوا تھا کہ کفار کا لشکر فی الواقع کتنا ہے۔ اس وقت آنجنابؐ نے خواب میں اس لشکر کو دیکھا اور جو منظر آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا، اس سے آپؐ نے اندازہ لگایا کہ دشمنوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ یہی خواب آپؐ نے مسلمانوں کو سنا دیا اور اس سے ہمت پا کر مسلمان آگے بڑھتے چلے گئے۔"

یاد رہے کہ اس موقع پر آپؐ کے اس رؤیا مبارکہ میں کوئی چیز خلاف واقع نہیں دکھائی گئی، جیسا کہ بعض مفسرین خیال کرتے ہیں بلکہ یہاں رؤیا مجاز کے روپ میں ہے، کہ اگرچہ کفار کا لشکر عددی لحاظ سے اہل ایمان کے مقابلے میں زیادہ تھا لیکن اخلاقی اور معنوی اعتبار سے ان کی حیثیت کم تھی۔ اہل کفار کی یہی معنوی قلت آپؐ کو رؤیا میں قلیل تعداد کی صورت میں نظر آئی۔ اس خواب کے سلسلے میں دوسرے مرحلے میں آغاز جنگ میں دونوں فریق ایک دوسرے کو کم سمجھ رہے تھے جیسا کہ سورۃ الانفال میں فرمایا:

"اور یاد کرو جب کہ مقابلے کے وقت خدا نے تم لوگوں کی نگاہوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور ان کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے پیش کیا۔" (آیت 44)

لیکن دوران جنگ میں قدرت الٰہی سے کفار مسلمانوں کو زیادہ دیکھ رہے تھے۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا: "کافر مسلمانوں کو اپنے سے دو چند دیکھ رہے تھے۔" (آیت: 13) اور یہ ایک طرح سے تائید ایزدی تھی (اس جزو قرآنیہ کا یہ بھی مفہوم ممکن ہے کہ مسلمان کفار کو اپنے سے زیادہ دیکھ رہے تھے لیکن پھر بھی وہ ان سے جوانمردی سے لڑے)

آج ہم شکوہ و شکایت کرتے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں حاصل نہیں ہوتی، جبکہ تمام مسلمان اس کے حضور التجائیں کرتے ہیں۔ غزوۂ بدر کے تناظر میں اگر ہم اس کا حل تلاش کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہمیں پہلے عملی طور پر اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت وحمایت کرنی چاہیے، تب ہی ہم اس کی مدد کے مستحق ٹھہریں گے۔ سورۃ الحج میں فرمایا: "اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی (یعنی اُس کے دین کی) مدد کریں گے۔" (آیت: 40)

دعائے صحت کی اپیل

- تنظیم اسلامی وسطی کراچی کے رفیق عمر بن عبدالعزیز کے والد شدید علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی گلشن اقبال کے ملتزم رفیق رقیم اختر کی والدہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

ڈاکٹر اسرار احمد کی دردمندانہ اپیل

شاہنواز فاروقی

ملک کے ممتاز عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک اپیل اشتہار کی صورت میں اخبارات کی زینت بنی ہے۔ اس اپیل کا لب لباب یہ ہے کہ رمضان المبارک کے ماہ مقدس میں پاکستان کے صدر کا انتخاب ہو رہا ہے۔ انہوں نے سینیٹ، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کو دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ مشورہ دیا ہے کہ وہ صداقت، دیانت، امانت اور اعلیٰ دینی واخلاقی اقدار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا ووٹ ڈالیں۔ اس کی وجہ ڈاکٹر صاحب کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:

”اس عاجز کو نظر آرہا ہے کہ اس وقت عالم امر میں پاکستان کی بقا، استحکام یا (خاکم بدہن) انتشام اور بلقانائزیشن کا مدار اسی فیصلے پر ہے۔ واللہ علم“

ڈاکٹر صاحب کی اپیل میں موجود خبر و نظر کے عنصر سے قطع نظر ڈاکٹر صاحب نے اصول بالکل درست بیان کیے ہیں اور زندگی میں اصل مسئلہ اصولوں کی پاسداری کا ہی تو ہوتا ہے۔ بلاشبہ اس سلسلے میں اطلاع اور علم بھی اہم ہوتا ہے، مگر پاکستان جیسے اہم موضوع کے ضمن میں اطلاع اور علم کی کمی بڑا مسئلہ نہیں ہوتا، البتہ زاویۂ نگاہ اور تناظر بہت اہم ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اطلاع اور علم ٹھیک ہوتی ہے، زاویۂ نگاہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس سے تجزیہ ہی نہیں تجزیے کے نتائج بھی بدل کر رہ جاتے ہیں۔

البتہ ہمارے معاشرے میں اب یہ اطلاع بھی عام نہیں کہ جب انسان صداقت اور اہلیت سے دور ہو جاتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟ پھر یہ ہوتا ہے کہ اس پر مفاد پرستی غلبہ پالیتی ہے۔ اس کی ہزار صورتیں ہوسکتی ہیں۔ وطن عزیز میں صوبائیتیں، لسانیتیں، سیاسی اجتماع کے بجائے سیاسی جتھہ بندی اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایسی سیاسی جتھہ بندی جس میں نہ ملک اہم ہوتا ہے، نہ قوم، بلکہ پارٹی بھی اہم نہیں ہوتی، پارٹی کے چند یا ایک دو لوگ اور ان کے مفادات اہم ہوتے ہیں۔

ہم معاشرے میں یہ شعور پیدا نہیں کر سکے کہ اصل چیز صداقت اور اہلیت ہے۔ جو لوگ سچے اور اہل ہوتے ہیں وہ خواہ کوئی ہوں، ان کی کوئی قوم یا کوئی برادری، کوئی زبان اور کوئی صوبہ کیوں نہ ہو، وہ سب کے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ صداقت اور اہلیت کے علمبردار نہیں ہوتے، وہ کسی غیر کے کیا اپنے لوگوں کے بھی نہیں ہوتے۔ ہمارا معاشرہ سمجھتا ہے کہ یہ جو فلاں آدمی ہے میری ذات اور برادری سے اس کا تعلق ہے، بس یہی ہوا ہے۔ خواہ وہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ بس یہی غلطی ہے۔ یہ شکل ہماری سیاسی جماعتوں تک میں در آئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم 1971ء کے بحران میں نہ تو درست اطلاع قوم تک پہنچا سکے اور نہ ہی اس کا صحیح تناظر سامنے آسکا۔ چنانچہ سقوط ڈھاکا ایک اچانک رونما ہونے والا سانحہ تھا۔ یعنی وہ صرف سانحہ نہیں تھا بلکہ اچانک رونما ہونے والا، ہماری رائے اور تجزیے کو پھلانگ کر رونما ہونے والا سانحہ تھا۔

اس وقت وطن عزیز کو جن مسائل کا سامنا ہے ان میں اطلاع کا فقدان نہیں ہے بلکہ مسئلہ اطلاعات کی فراوانی ہے مگر ان اطلاعات کو مربوط کر کے دیکھنے والی آنکھ بایدوشاید ہی دستیاب ہے۔ اس سے نمودار ہونے والے صحیح تناظر کا معاملہ بھی یہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی اپیل کی اہمیت یہی ہے کہ انہوں نے دوٹوک انداز میں اپنے خبر و نظر کو قوم کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر اس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ہمارے معاشرے کی اخلاقی حالت کا احساس خود ڈاکٹر صاحب کی اپیل میں بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ میری کوئی سیاسی وابستگی نہیں ہے۔ ظاہر ہے اس وضاحت کا جواز ہے۔ معاشرے کے مختلف طبقات اپنی اپنی سیاسی عینکوں سے معاملات کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کسی بھی آدمی پر لیبل لگانے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرتے۔ یہ ایک المیہ ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مفادات کے تناظر میں ہمارا معاشرہ انتہائی ذاتی اور گروہی سیاسی ہے مگر قومی مفادات کو دیکھا جائے تو خیال آتا ہے کہ ابھی ہمارے معاشرے کو سیاست کی ہوا بھی نہیں لگی۔

رمضان کے اس مبارک مہینے میں!

پاکستان کے صوبائی اور مرکزی قانون ساز اداروں کے معزز ارکان

سلطنت خداداد پاکستان کی صدارت

کے اہم منصب کے لیے ذاتی مفادات‘ سیاسی مصالح اور ’پارٹی وِھپ‘ سے بالاتر ہو کر‘ اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ سمجھتے ہوئے صرف صداقت‘ دیانت‘ امانت اور ایفاءِ عہد کی اعلیٰ دینی واخلاقی اقدار کو پیش نظر رکھتے ہوئے خفیہ رائے دہی میں اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق ووٹ دیں!

اس عاجز کو نظر آرہا ہے کہ اس وقت عالمِ امر میں پاکستان کی بقا واستحکام یا (خاکم بدہن) انتشام اور ”بلقانائزیشن“ کے فیصلے کا دار و مدار اسی معاملے پر ہے‘ واللہ اعلم!

ورنہ سب جانتے ہیں کہ میری نہ کوئی سیاسی وابستگی ہے نہ ذاتی مفاد!

الدّاعی اِلی الخیر — خادمِ اسلام و پاکستان:

ڈاکٹر **اسرار احمد** عفی عنہ!

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی جانب سے روزنامہ نوائے وقت اور جنگ میں شائع کیے گئے اشتہار کا عکس

رمضان المبارک کے شب و روز کی قدر و قیمت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اللہ تعالیٰ نے انواع واقسام کی جاندار مخلوق پیدا کی ہے جس میں کیڑے مکوڑے، چرند پرند، مویشی اور درندے شامل ہیں۔ ہر نوع کی خوراک مختلف ہے۔ اُس نے چوپایوں اور مویشیوں کے لیے گھاس کا انتظام کیا، پرندوں کو دانہ دنکا فراہم کیا، درندوں کے لیے گوشت مہیا کیا ہے۔ یوں ہر نوع کی خوراک کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ ایک مخلوق انسان ہے کہ اس کو صرف خوراک کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا ایک روحانی پہلو ہے جو اسے دوسرے جانداروں سے ممیّز کرتا ہے۔ چنانچہ خالقِ حقیقی نے جہاں انسان کی جسمانی ضرورت پوری کرنے کے لیے مختلف قسم کے پھلوں، سبزیوں اور گوشت کا انتظام کیا ہے، وہاں اُس کی روحانی ضرورت پوری کرنے کا بھی بندوبست کیا ہے۔

انسانی بدن کا مادۂ تخلیق مٹی ہے، چنانچہ مٹی سے پیدا ہونے والی اشیاء اُس کی خوراک ہیں جو اس کے بدن کو تقویت دیتی ہیں۔ روح ایک لطیف شے ہے، جس کو نہ چھوا جاسکتا ہے نہ پکڑا جاسکتا ہے، نہ یہ نظر آتی ہے مگر یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے جس کا اظہار انسان کے رویے سے ہوتا ہے۔ پروردگار نے روح کی خوراک کا بھی انتظام کیا ہے۔ چنانچہ جو لوگ جسمانی خوراک کے ساتھ ساتھ روحانی خوراک کا بندوبست بھی کرتے ہیں دراصل وہی انسان کہلانے کے حق دار ہیں۔ ورنہ جسمانی خوراک سے تو دوسرے تمام جاندار بھی اپنی ضرورت پوری کرتے اور جسم وجان کا رشتہ برقرار رکھتے ہیں۔ چونکہ جسم اور روح کے تقاضے مختلف ہیں اس لیے اُن کی خوراک بھی مختلف ہے۔ جو چیزیں جسم کو مضبوط اور فربہ کرتی ہیں عام طور پر وہ روح کو کمزور اور ضعیف کرتی ہیں۔ اسی طرح روحانی غذائیں روح کو توانا اور جسم کی کمزوری کا باعث بنتی ہیں۔

روح کی غذا اللہ کا ذکر ہے اور ساتھ جسم کی ضروریات کو کم سے کم تر کرنا ہے۔ جو لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے اور کھانے پینے کو جسم وجان کا رشتہ قائم رکھنے تک محدود رکھتے ہیں وہ متقی ہوتے ہیں۔ انہیں صابر بھی کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے شمار ہوتے ہیں۔ روحانی غذا میں تلاوتِ قرآن، ذکر اذکار اور مسنون دعائیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ کثرت سے ذکر واذکار میں مشغول رہیں (سورۃ الجمعہ)۔ دنیاوی مصروفیات سے وقت نکال کر وہ رکوع وسجود کی پابندی کریں۔ چونکہ روح کی بالیدگی کے لیے جسمانی تقاضوں پر کنٹرول کرنا ضروری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کیے اور روحانی ترقی کی اس

> حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا: "...... ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے لیے رمضان کا مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے پہلے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے"

تربیت کے لیے رمضان کا مہینہ مقرر کیا۔ جس میں ذکر واذکار کی کثرت کے ساتھ دن کا روزہ بھی مقرر کیا۔ روزے کی حالت میں سحری کے وقت کھانا کھا کر پورا دن بھوک اور پیاس کی مشقت برداشت کرنا ہوتی ہے اور شہوانی تقاضوں کو بھی لگام دینا ہوتی ہے۔ پھر رمضان شریف کی راتوں میں قیام کی تلقین کی گئی ہے۔ جسم کا تقاضا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ رات کو میٹھی نیند سوئے مگر روح کا تقاضا اس کے برعکس رات کو جاگ کر اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا ہوتا ہے۔

جو شخص رمضان کا مہینہ اللہ کے حکم کے مطابق دن کو روزہ رکھ کر بھوک پیاس برداشت کرتا اور رات کو مقدور بھر جاگ کر اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے، اُس کی یہ ٹریننگ اُس کے لیے پورے سال کے دوران برائیوں سے بچنے کے لیے آسانی پیدا کرتی ہے۔ جب ایک ماہ تک انسان جائز لذات سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے تو وہ پابندی کا عادی ہو جاتا ہے اور سال کے گیارہ مہینے ناجائز اور حرام کاموں سے دور رہنا اُس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں روزے کا مقصد بھی یہی قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے حدیث مبارک میں اُس شخص کے روزے کو روزہ ہی نہیں کہا گیا جو بھوک اور پیاس کی مشقت کے ساتھ منکرات اور فواحش سے دور رہنے کی کوشش نہ کرے۔ ایسے شخص کے روزے کو صرف بھوک اور پیاس کہا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کو مقبول نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (صحیح بخاری)

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اللہ کا ذکر قرآن ہے اور ذکر اللہ روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔ چنانچہ روحانی ترفع کے لیے رمضان کا مہینہ مقرر کیا گیا جو نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ اس طرح تقویٰ شعاری کے لیے رمضان کے اوقات موزوں ترین ٹھہرے، جب دن کو حیوانی تقاضوں سے بچتے ہوئے اور برائیوں سے رکتے ہوئے دن گزارہ جاتا ہے اور رات کا کچھ حصہ عبادت اور ذکر اذکار کی نذر کیا جاتا ہے۔ رمضان میں اگر انسان کا یہ معمول رہے تو ایسے ہی انسانوں کے لیے روزہ اور قرآن شافع بن جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا۔ اے پروردگار آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا۔ پروردگار! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی۔ (شعب الایمان البیہقی)

بڑے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو روزے اور قرآن کی شفاعت سے بہرہ مند ہوں گے۔ یہ وہی بندے ہیں جو رمضان کے روزے پورے ذوق وشوق اور آداب کے ساتھ رکھتے ہیں، اور رات کو قرآن کے ساتھ جاگتے ہیں۔ اسی کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جو لوگ رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں قیام کریں گے (یعنی نوافل تراویح اور تہجد پڑھیں گے) ان کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اس طرح جو لوگ شب قدر

میں ایمان اور احتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے اُن کے بھی پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیحین) احتساب کا مطلب ہے کہ جو عمل کیا جائے اور وہ پورے آداب کے ساتھ اور محض اللہ کی رضا کی خاطر کیا جائے اس میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی خوشنودی کے حصول کا جذبہ شامل نہ ہو اور نہ ہی ریا کاری ہو۔

رمضان میں ہی نزول قرآن کی رات ہے۔ یہ بابرکت رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات کی یہ فضیلت خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ پس رمضان شریف میں روزے اور ذکر واذکار اور نوافل کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ یہ بندے کو رب کی رحمت اور مغفرت سے قریب کرنے والے دن ہیں۔ گویا یہ مہینہ ہی رحمت اور بخشش کا ہے کہ اس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس ماہ مبارک کی قدر و قیمت جانتے ہوئے اس کے اوقات سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ جو لوگ اس ماہ مبارک کو غفلت میں گزار دیں گے اُن پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ رمضان سے فائدہ نہ اٹھانے والے کے لیے حضرت جبرائیلؑ نے بددعا کی اور اُس پر نبی اکرم ﷺ نے آمین کہی۔ فرمایا: ''......ذلیل وخوار ہوا وہ آدمی جس کے لیے رمضان کا مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے پہلے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے......''۔ (جامع ترمذی) یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت اور خدا فراموشی میں گزار دے، روزے رکھ کر اور توبہ واستغفار کر کے اپنی بخشش کا فیصلہ نہ کرالے۔ ظاہر ہے اس شخص کی بے نصیبی اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے جو اس قدر قیمتی شب و روز کو غفلت میں گزار دے۔

دین و دانش

اعتکاف اور لیلۃ القدر

عبدالرشید عراقی

اعتکاف سنت نبوی ہے۔ آنحضرت ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اعتکاف اس مسجد میں ہونا چاہیے جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ اعتکاف کی غرض وغایت کیا ہے، اس کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

''مسلمان ان ایام میں مساجد کے گوشوں میں عزلت نشین (معتکف) ہوتے ہیں کہ غار حرا کا گوشہ نشین بھی ان دنوں عزلت نشین تھا۔ مسلمان ایام اعتکاف میں اس متکلم ازلی کے سوا جو ان راتوں میں معتکفِ حرا سے گویا ہوا تھا، کسی سے نہیں بولتے کہ ایسا اس نے بھی کیا تھا جس کے منہ میں متکلم ازلی نے اپنی بولی ڈالی۔''

(ارکان اسلام، ص230-231)

اعتکاف کا مقصد یہ ہے کہ آدمی دس دن یکسوئی کے ساتھ مسجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر، اور تلاوت قرآن میں گزارے۔ کوئی فضول بات نہ کرے۔

حضرت امام ابن القیم اپنی مایہ ناز کتاب زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

''اعتکاف کی روح اور اس کا مقصود یہ ہے کہ قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے، اس کے ساتھ جمعیت باطنی حاصل ہو، اشتغال بالخلق سے رہائی نصیب ہو، اور اشتغال بالحق کی نعمت میسر آئے اور یہ حال ہو جائے کہ تمام افکار وترددات اور ہجوم وسواس کی جگہ اللہ کا ذکر اور اس سے محبت لے لے، ہر فکر اس کی فکر میں ڈھل جائے اور اس کی رضا وقرب کے حصول کی کوشش کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے۔ مخلوق سے انس کی بجائے اللہ سے انس پیدا ہو اور قبر کی وحشت میں جب کوئی اس کا غم خوار نہ ہوگا، یہ اس کا زاد سفر بنے۔ یہ ہے اعتکاف کا مقصد، جو رمضان کے افضل ترین دنوں یعنی آخری عشرہ کے ساتھ مخصوص ہے۔''

(زاد المعاد، ص:178)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیت خاطر، صفائی قلب، ملائکہ سے تشبہ اور شب قدر کے حصول کا ذریعہ، نیز طاعت وعبادت کا بہترین موقع ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو عشرہ اواخر میں رکھا ہے۔ اور اپنی امت کے محسنین وصالحین کے لیے اس کو سنت قرار دیا ہے''۔ (بحوالہ حجۃ اللہ البالغۃ)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اعتکاف کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اعتکاف رمضان کے فوائد اور مقاصد کی تکمیل کے لیے ہے۔ اگر روزہ دار کو رمضان کے پہلے حصے میں وہ سکون قلب، جمعیت باطنی، فکر وخیال کی مرکزیت، انقطاع الی اللہ کی دولت، رجوع الی اللہ کی حقیقت اور اس کے در رحمت پر پڑے رہنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکی تو اس اعتکاف کے ذریعہ وہ اس کا تدارک کر سکتا ہے''۔

(ارکان اربعہ، ص294-295)

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف پر ہمیشہ مداومت فرمائی، اور مسلمان بھی ہر سال اس کی پابندی کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ جس سال آپؐ نے انتقال فرمایا، آپؐ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (صحیح بخاری)

لیلۃ القدر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یقیناً ہم نے قرآن شب قدر میں اتارا۔ معلوم ہے شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر کام سرانجام دینے کو اترتے ہیں۔ یہ رات سلامتی والی ہے، اور صبح صادق ہونے تک رہتی ہیں۔''

(سورۃ القدر)

احادیث میں اس رات کی بہت فضیلت آئی ہے۔ متفق علیہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شب قدر میں جو ایمان و احتساب کے ساتھ عبادت کرے گا، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں (21-23-25-27-29) میں آتی ہے۔ امام ابن عربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں: ''شب قدر کی رات کو شرف وفضیلت کی رات بھی کہا جاتا ہے، نیز تدبیر وتقدیر کی رات بھی۔'' (بحوالہ ارکان اسلام، از مولانا ابوالکلام آزاد، ص299)

آخری عشرہ کی طاق راتوں میں یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہیے: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (ترمذی) ''اے اللہ تو بڑا ہی معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے۔ میرے گناہ بھی معاف فرما۔''

بوسنیائی مسلمانوں کی معاشرت (11)

سید قاسم محمود

شادی بیاہ کا طریقہ بھی یہاں کے مسلمانوں کے اندر اسی طرح کا ہے جس طرح دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے اندر ہے۔ البتہ یورپ کی فضا اور کمیونسٹ حکومت کے قوانین کی وجہ سے دو باتیں نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمان نوجوان شادی کے لیے خود کسی لڑکی کا انتخاب کرتا ہے اور شادی سے پہلے اس سے متعارف ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ یوگوسلاویہ کے قانون کے مطابق اسے سرکاری دفتر میں جا کر اپنی شادی رجسٹر کروانی ہوتی ہے۔ قانون کی رو سے تو یہ رجسٹریشن اقرار شادی کے لیے کافی ہے، مگر مسلمان نوجوان سرکاری رجسٹریشن کے بعد شریعت اسلامی کے مطابق شادی کے مراسم ادا کرتا ہے۔ دولہا، دلہن اور ان کے رشتہ دار مولوی صاحب کے پاس "اسلامی مذہبی فرقے" کے دفتر میں جاتے ہیں اور وہاں باقاعدہ شریعت کے مطابق نکاح پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد لڑکے کی طرف سے ولیمہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں فریقین کے عزیز و اقارب اور دوست واحباب مدعو کیے جاتے ہیں۔ اسلامی اور مغربی اثرات کا نتیجہ ہے کہ ولیمہ کی تقریب میں پہلے قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، پھر نوجوان عوامی رقص پیش کرتے ہیں اور شادی کے مروجہ گانے گاتے ہیں۔

یوگوسلاویہ کے مسلمان معاشرے میں مہر اور جہیز کے مسائل نہیں پائے جاتے۔ اتنا کافی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے رشتہ دار دونوں کی رضامندی اور ہم آہنگی پر مطمئن ہو جائیں۔ مہر صرف ٹوکن کی شکل میں طے کیا جاتا ہے، جسے یہاں "شرعی مہر" کہا جاتا ہے۔

یوگوسلاویہ (بوسنیا اس کا ایک حصہ) میں مسلم گھرانہ اس وقت مرحلہ آزمائش سے گزر رہا ہے۔ کچھ خاندان تو دینی تعلیمات کے سائے میں امن واستقرار سے بہرہ یاب ہیں، جب کہ کچھ خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دین کی تبلیغ و تربیت اور یورپ کی مادی تہذیب کی کشش کے درمیان ایک مدت سے کشمکش چلی آ رہی ہے۔ اس کشمکش میں کچھ خاندان تو ثابت قدمی دکھا رہے ہیں اور کچھ شکست کھا جاتے ہیں اور دینی تعلیم کا باریک سا دھاگہ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ بعض ایسے خاندان نظر آئیں گے جن میں بزرگوں اور نوجوانوں کے مابین تصادم کے حالات پیدا ہو چکے ہیں۔

مسلم نوجوان دوسرے غیر مسلم نوجوانوں کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ شراب نوشی، عریاں و نیم لباس اور مخلوط مجالس میں شرکت کے لحاظ سے ان میں اور غیروں میں کوئی فرق نہیں ملے گا۔ اس تہذیبی توڑ پھوڑ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قدیم نسل اور جدید نسل کے مابین کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ جدید نسل ترقی چاہتی ہے مگر قدیم نسل کے کچھ حضرات جو پرانی عادات و روایات کے حامل ہیں ترقی و تبدیلی کو ہر پہلو سے مسترد کرتے ہیں اور اپنی سابقہ روش سے سرمو سرکنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اس سوچ نے دونوں کے مابین بُعد پیدا کر دیا ہے۔

> کوسوو میں گھروں کی اسلامی طرز کی تعمیر پر بڑی توجہ دی جاتی ہے۔ بعض گھروں میں منارے اور برج بھی بنے ہوتے ہیں، جنہیں "کول" کہا جاتا ہے

البتہ اب یوگوسلاویہ کے اندر اسلامی تحریک اٹھ چکی ہے اور نوجوان نسل کے اندر اس کے اثرات روز افزوں ہیں اور یہ تحریک نئی نسل کو ذہنی و فکری الجھنوں اور عمل و کردار کی خرابیوں سے نکالنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں بوسنیا کے اسلامی مجلے "غلاسنیق" میں ایک بوسنوی محقق نے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جس مرحلے میں ہم اپنی دعوت لے کر اٹھے، یہ تطہیر افکار اور صحیح تصورات کا مرحلہ ہے۔ یہ حقیقی اسلام کی تلاش کا مرحلہ ہے۔ نئی نسل مذہبی منافقت اور مذہب کے جھوٹے مظاہر پر ناک بھوں چڑھا رہی ہے۔ مسلم معاشرے کے مختلف طبقات میں جو خوفناک جہالت و پسماندگی پھیلی ہوئی ہے اس سے وہ نالاں ہے۔ اسلام کی نمائندگی اسے چند بے جان مراسم کے اندر ملتی ہے جن کی اسلام کے اندر کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہ نسل اللہ تعالیٰ کے لیے وسیلے کی تلاش میں قبروں اور روضوں کی زیارت پسند نہیں کرتی۔ اس کو اس بات سے بھی چڑ ہے کہ اصلاح کے لیے امام مہدی کا انتظار کیا جائے۔ نسل نو کی نظر میں اسلام ان کھوکھلے مظاہر اور بے اصل مراسم کی وجہ سے اپنا تقدس اور احترام کھو چکا ہے، لہٰذا یہ نسل حقیقی اسلام کی خواہاں اور داعی ہے۔ وہ اسلام جس کی پشت پر علم و معرفت ہو اور وہ بدلتی ہوئی انسانی زندگی کی رہنمائی کر سکتا ہو۔"

عام مسلمان نوجوان جدید تعلیم کی طرف تیزی سے لپک رہا ہے۔ وہ یونیورسٹیوں کے تمام شعبوں میں تخصص حاصل کرنا چاہتا ہے، خواہ وہ نظری علوم ہوں یا سائنسی علوم۔ پرشٹینا میں جو کوسووو کا صدر مقام ہے اور جہاں دس لاکھ کے قریب مسلمان رہتے ہیں ایک عصری یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔ جس میں 1971ء میں مسلمان طلبہ اور طالبات کی تعداد 13 ہزار تھی۔ کوسوو ہی میں پرائمری، مڈل اور ثانوی سکول بھی جاری کیے گئے ہیں، جن میں 38 ہزار لڑکے اور لڑکیاں پڑھتے ہیں۔ عصری سکولوں میں تعلیمی نصاب لادینیت پرمبنی ہے۔

بوسنیا کی مسلم خاتون دونوں طرح کے حالات سے گزر رہی ہے۔ ایسی مسلم خواتین بھی ہیں جو حقیقی معنوں میں گھر گرہستن ہیں اور بچوں کی اسلامی تربیت اور خاوند کی خوشنودی کو شعار بنائے ہوئے ہیں۔ اور ایسی خواتین بھی ملتی ہیں جو باہر کام کرتی ہیں۔ وہ ڈاکٹر، ٹیچر، اکاؤنٹنٹ، نرسنگ کے پیشے سے وابستہ ہیں یا فیکٹری مزدور اور دفتر کی عہدیدار ہیں۔ بلکہ سیاسی میدان میں بھی انہوں نے پیش رفت کی ہے۔ پارلیمنٹ کی ممبر اور بیرونی ملکوں میں سفیر کے عہدے تک پہنچی ہیں۔ بوسنیا میں وزیر صحت بھی ایک مسلمان خاتون رہی ہیں۔ عورتوں کا ایک گروہ ایسا بھی بروئے کار آ چکا ہے جو اسلام کی تبلیغ کرتا ہے، دینی اجتماعات اور مسلمانوں کے ثقافتی مراکز میں یہ خواتین تقریریں کرتی ہیں، ان کے پاس اونچی اونچی علمی ڈگریاں ہیں۔

مسلمانوں کے شہروں میں آپ کو دور سے جو خاص علامت نظر آئے گی وہ مسجدوں کے اونچے اونچے مینار ہیں،

جو آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے ہوتے ہیں اور مسجدوں کے گول گول گنبد جو جھرمٹ کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں۔ عام گھروں کا طرزِ تعمیر تو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں یکساں ہے۔ البتہ مسلمان شہروں کے اندر ''اسلامی محلے'' ملتے ہیں۔ ان میں مسجدیں ملیں گی۔ ان کی گلیاں تنگ ہوں گی اور عمارتیں اس طرز کی جو مشرقِ وسطیٰ کے لوگوں کا ذوق ہے۔ ان شہروں میں روایتی بازار بھی قائم ہیں، مثلاً لوہاروں کا بازار، تانبے کے برتن بنانے والوں کا بازار، مٹھائی کی دکانیں، عوامی ریستوران اور چائے خانے۔ جدید ذوق کے مسلمان ایسے محلوں کو چھوڑ کر نئی آبادیوں میں اپنا مسکن بنانا پسند کرتے ہیں۔

دیہات میں مسلمانوں کی بود و باش کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ہمسائے میں مل کر رہنا پسند کرتے ہیں، تاکہ انہیں اپنی اسلامی روایات کا تحفظ مل سکے۔ دیہاتوں میں عیسائیوں کی آبادیوں میں ''ہمسائیگی'' کا یہ رواج نہیں ہے۔ دیہاتی مکان زیادہ تر ایک منزل کے ہوتے ہیں۔ دو اور تین منزلوں کے مکانات خال خال ہوتے ہیں۔ ہر منزل میں بالکونی ہوتی ہے جس میں اوقات فرصت میں بچے اور عورتیں بیٹھ کر ہلکا پھلکا کام کر لیتے ہیں۔

کوسوو میں گھروں کی اسلامی طرز کی تعمیر پر بڑی توجہ دی جاتی ہے۔ ان کے گھروں میں بھی منارے اور برج بنے ہوتے ہیں، جنہیں وہ ''کول'' کہتے ہیں۔ مسلمانوں کے گھروں کا ایک خصوصی امتیاز یہ بھی ہے کہ گھر میں عورتوں کے بیٹھنے کے لیے ایک مخصوص جگہ ہوگی۔ یہ جگہ مکان کے اندر بھی ہوسکتی ہے اور پائیں باغ کے اندر بھی۔ یہاں عورتیں پردہ داری میں بیٹھ کر تفریح کا وقت گزارتی ہیں۔ دیہات کے مرد گھر میں فارغ اوقات میں نہیں بیٹھتے۔ وہ بستی کے قہوہ خانوں میں چلے جاتے ہیں۔

شہر ہوں یا دیہات، مسلمانوں کے مکان کا ایک یہ وصف بھی چلا آ رہا ہے کہ ان کے اردگرد اونچی پردہ دیوار ہوگی جو پتھر سے اٹھائی گئی ہوگی یا اینٹوں سے۔ درمیان میں مین گیٹ ہوگا۔ یہ طرز انہیں عثمانی دور میں اسلامی تہذیب کی بدولت ملا ہے۔ جدید مکانات میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے ہاں مذہبی گیتوں اور ترانوں کا بھی رواج ہے۔ یہ ترانے اور نظمیں مذہبی تہواروں مثلاً میلاد النبی ﷺ اور ہجرت وغیرہ کی تقریبات میں پڑھی جاتی ہیں۔ دعائیں اور مناجاتیں بھی پُر تاثیر لحن کے ذریعے پڑھی جاتی ہیں جو دلوں میں ایمان کی تازگی پیدا کرتی ہیں اور عام سامعین کو وجد میں لے آتی ہیں۔

(جاری ہے)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لیے ترتیب دیا گیا ہے' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔

نصاب

۱) عربی صرف و نحو
۲) ترجمہ قرآن (تقریباً پانچ پارے)
۳) آیاتِ قرآنی کی صرفی و نحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
۴) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی (منتخب دروسِ قرآن)
۵) تجوید و حفظ
۶) مطالعۂ حدیث
۷) اصطلاحاتِ حدیث
۸) اضافی محاضرات

o کورس کا آغاز 13 اکتوبر 2008ء سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو (9) ماہ ہوگا، ان شاء اللہ

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم شعبۂ تدریس' قرآن اکیڈمی
36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون 3-5869501)
email : irts@tanzeem.org

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن و بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے پانچ خطبات جو سالانہ محاضرات ۱۹۹۱ء میں دیئے گئے

حقیقت ایمان

تسوید و ترتیب: مولانا ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

اہم موضوعات: o ایمان کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم o ایمان کا موضوع
o قانونی اور حقیقی ایمان کا فرق اور ان کے ضمن میں کلامی مباحث
o ایمان و عمل کا باہمی تعلق o ایمان اور نفاق o ایمان حقیقی کے سرچشمے

اشاعت خاص: 120 روپے اشاعت عام: 60 روپے

آئیے، قرآن حکیم سے نصیحت حاصل کریں

انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ورکشاپ میں شرکت کرنے والے ایلیسی کے رفیق تنظیم محمد شاہد کے تاثرات جو انہوں نے اختتامی تقریب میں پیش کئے

محترم اساتذہ کرام، معزز مہمان خصوصی اور عزیز ساتھیو!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آئیے، قرآن حکیم سے نصیحت حاصل کریں، کے عنوان سے یہ پندرہ روزہ تربیتی ورکشاپ ''انجمن خدام القرآن فیصل آباد'' کے زیر اہتمام منعقد کی گئی۔ اس ورکشاپ میں تجوید، تعارف عربی زبان، قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا درس، منتخب احادیث کا درس، دین کے بنیادی تصورات اور دینی دلچسپی کے دیگر موضوعات پر مشتمل ایک مختصر اور جامع پیکج طلبہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

پہلے ہم ان تمام موضوعات کا ایک مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔ قرآن کو درست طریقے سے پڑھنا یقیناً قرآن کا تقاضا ہے۔ اِس ورکشاپ میں تجوید کی ذمہ داری محترم قاری محمد عابد نے نبھائی۔ انہوں نے عربی الفاظ کے مخارج، مختلف الفاظ کے ادا کرنے کا صحیح طریقہ، قراءت کے بنیادی اصول وقواعد کے ساتھ ساتھ مکمل نماز کی درست ادائیگی، مسنون دعائیں، اور نماز اور وضو کے بنیادی مسائل پر سیر حاصل لیکچر زدیئے۔

میری ذاتی رائے میں اس ورکشاپ کا بنیادی عنصر عربی زبان کا تعارف ہے۔ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم اب تک قرآنی زبان کو سمجھنے سے کلیتاً محروم رہے تھے لیکن اس ورکشاپ میں محترم ڈاکٹر جہانزیب کی مخلصانہ کوششوں کی بدولت اب ہم عربی زبان کو سیکھنے کا ایک جذبہ اور ولولہ اپنے اندر لے کر جا رہے ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے سائنٹفک اور سلیس انداز میں عربی جیسی فصیح زبان کے بنیادی قواعد سے ہمیں آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش پر انہیں اجر عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے ہمارے لیے خصوصی وقت نکالا۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی دعائیں ہمارے ساتھ رہیں گی اور اس مقدس زبان کو سیکھنے کا ہمارا جذبہ ان شاء اللہ برقرار رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی زبان کے ایک اہم جزو ''اسم'' پر لیکچر زدیئے اور اس کے تمام پہلوؤں پر نہایت ماہرانہ روشنی ڈالی۔

قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث رسولؐ شریعت کا اہم ماخذ اور ایک مسلمان کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ورکشاپ میں درس حدیث کی ذمہ داری امیر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی جناب رشید عمر نے انجام دی۔ انہوں نے اربعین نوویؒ میں سے منتخب احادیث کا درس دیا اور ایمانیات اور اخلاقیات کے موضوعات پر احادیث پیش کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ علم حدیث کی بنیادی اصطلاحات (روایت، متن، حدیث صحیح، حسن) بھی نہایت آسان انداز میں سمجھائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کاوش پر سعادت دارین سے نوازے۔ (آمین)

دین کے بنیادی تصورات اور قرآن مجید کے منتخب مقامات کے درس کی ذمہ داری برادر محترم محمد اویس چیمہ نے انجام دی۔ انہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ، ایمان کے ضمن میں عقل وفطرت کی رہنمائی، شہادت علی الناس، اقامت دین، قیامت کی نشانیاں اور نفاق جیسے موضوعات کے ساتھ ساتھ سورۃ الکہف، سورۂ حم السجدہ، سورۃ الاعراف، سورۃ الحج، سورۃ الصف، سورۃ الجمعہ، سورۃ المنافقون، سورۃ الحدید اور سورۃ القیامہ کے دروس دیئے۔ چیمہ صاحب پر یقیناً اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اپنی نوعمری میں ہی دین کے بنیادی پیغام کو سمجھ لیا ہے بلکہ انہیں محترم ڈاکٹر عبدالسمیع جیسے شفیق اور عظیم استاد سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے اور انہیں اپنے دین کے لیے قبول فرمائے۔ آمین۔

ورکشاپ کے دوران سورۃ العصر اور آیت البر کے دروس کے لیے محترم ڈاکٹر نعیم الرحمان نے بھی خصوصی وقت نکالا جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

ایک خصوصی لیکچر ''اسلام کے معاشی نظام'' پر ہوا۔ جس کے لیے اسلام آباد سے خصوصی طور پر رفیق تنظیم محترم عثمان بیگ تشریف لائے۔ انہوں نے کیپٹلزم اور کمیونزم کے نقائص کے مقابلے میں اسلام کے معاشی نظام کی کاملیت کو پیش کیا۔

ہم پر انجمن خدام القرآن کے صدر اور اس تربیتی ورکشاپ کے روح رواں محترم ڈاکٹر عبدالسمیع کا شکریہ بھی واجب ہے۔ انہوں نے پہلے دن ہی ہمیں اس بات سے آگاہ کر دیا کہ اس ورکشاپ کا اصل مقصد علم یا معلومات کا حصول نہیں بلکہ ہدایت کی سچی طلب اور تڑپ پیدا کرنا ہے۔ قرآن مجید کے پیغام ہدایت کو ڈاکٹر صاحب نے اپنے خوبصورت لیکچرز کے ذریعے ہم تک پہنچانے کی نہایت پر خلوص کوشش کی۔ انہوں نے اپنے خطابات کے ذریعے اس بات پر زور دیا کہ آزاد میڈیا، سیکولر نظام تعلیم، نام نہاد روشن خیالی اور اس کے اثرات بد کی بدولت طلبہ کے اذہان پر جو گرد آ گئی ہے اسے صاف کیا جائے اور ان کے قلوب میں اسلام کا حقیقی تصور جاگزیں کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ انسان کا اپنے رب کے ساتھ کیا تعلق ہے، ایک کلمہ گو کی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تعلق کی نوعیت کیا ہے، معاشرے میں انسان کا کیا مقام ہے، اسلام کے معاشرتی و معاشی اور دینی احکامات کی کیا حکمت ہے اور اسلام کس طرح ایک متوازن اور فطری زندگی گزارنے کے لیے اصول مہیا کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے اہم موضوعات میں قرآن: کتاب ہدایت، رب ہمارا، اسلام اور سیکولرازم، قصہ آدم و ابلیس، حقیقت انسان، سیرت الانبیاء اور ابلیس کی مجلس شوریٰ شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے لیکچرز کی خاص بات ان کا ملٹی لینگویج کا استعمال ہے۔ آپ اپنی بات کو طالب علم کے دل میں پہنچانے کے لیے اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی اور پنجابی کا بھی بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ ان کا دلچسپ انداز درس لیکچرز کے دوران طلبہ کے لیے توجہ برقرار رکھنے کا اہم ذریعہ بنا۔ ڈاکٹر صاحب کے اس انتہائی قیمتی پر خلوص علمی تعاون پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کے بدلے میں سعادت دارین سے نوازے۔ (آمین)

انجمن خدام القرآن کے پورے عملے نے اس عرصے میں جس طرح طلبہ کی ضروریات کا خصوصی خیال رکھا، یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا اجر محفوظ ہے۔

محترم قاری عابد، یاسر بھائی، امجد بھائی عظیم بھائی اور سب سے زیادہ جمیل بھائی کو بھی اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے جنہوں نے طلبہ کی ضروریات کی بروقت فراہمی کو یقینی بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں اپنے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد کی توفیق دے۔ (آمین)

مظلوموں کی آہیں

اوریا مقبول جان

موٹی موٹی شربتی معصوم آنکھوں سے بہتے ہوئے یہ آنسو کسی لکھنے والے کے دل پر نہیں برسے کہ بے تاب ہو جاتا، اسے اپنے چھوٹے چھوٹے بچے یاد آجاتے جو روز اس کی گرم آغوش میں سمٹے اس دکھ، درد اور دربدری سے کوسوں دور ہیں۔ اسے اس معصوم کے آنسو رلا دیتے اور اس کا قلم آتش فشاں بن جاتا۔ یہ ننھی منی چھوٹی سی بچی جس کے پاؤں اپنے گھر سے بھاگتے بھاگتے، کسی پُرامن جگہ کی تلاش کرتے پھٹ چکے ہیں، ان سے خون رستا ہے، اسے بالکل خبر نہیں کہ اس کے ماں باپ کہاں رہ گئے؟ کس میزائل کا نشانہ بنے یا کس گن شپ ہیلی کاپٹر کی تابڑ توڑ گولیاں ان کے جسموں کے پار ہو گئیں، وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ لیکن اس بچی کی خانماں بربادی اور دربدری کسی رفاہی ادارے، کسی این جی او، کسی سیاسی رہنما، کسی شاعر، ادیب، صحافی یا جرنیل کی آنکھ نم نہ کر سکی۔ حیرت میں گم یہ چار لاکھ لوگ اپنے گھروں سے کس خوف، ڈر اور ہیبت سے فرار ہو کر ایک بڑے سے میدان میں میرے اللہ کے نیلے آسمان تلے خیموں میں پڑے ہیں۔ وہ جو اپنے آباد مکانوں میں ہنسی خوشی زندگی گزارا کرتے تھے۔ بیٹیاں جو اپنے آنگنوں میں ماؤں کے سامنے اُچھلتی کودتی ہنستی مسکراتی دن گزارتیں اور بیٹے گلیوں، محلوں اور کھیتوں کھلیانوں میں مسکراتے، دوڑتے بھاگتے۔ جن گھروں میں شام ہوتے ہی سارا خاندان اپنی محبتیں سمیٹے اکٹھا ہو جاتا۔ کھیت، باغات، محلوں کی چھوٹی چھوٹی دکانیں جن میں ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز میسر، ایک ایک شہر یا گاؤں کا نقشہ جہاں سکھ نے چھاؤں کر رکھی ہو۔ کس دکھ سے یہ لوگ اپنی اس جنت کو خیرباد کہتے نکلے ہوں گے۔ یہ تو وہ زمانہ تھا جب پہاڑوں پر برف تھی۔ ننگے پاؤں عورتیں اپنے بچوں کو گود میں اُٹھائے ایک سمت رواں دواں تھیں کہ جہاں کوئی بغیر پائلٹ کا جہاز پرواز کرتا ہوا نظر آجائے، جہاں ”شرپسندوں“ کو غارت کرنے والا کوئی میزائل ان کی زندگی نہ لے لے، جہاں گن شپ ہیلی کاپٹروں کی پروازیں ان کے پیاروں کے جسم چھلنی نہ کر دیں۔ بوڑھے، جوان اپنے کاندھوں پر جو کچھ اُٹھا سکتے تھے، اُٹھائے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ہجرت کرتے ہوئے اپنے گھر سے اپنے ہی وطن میں ہجرت...... لیکن حیرت سے اپنی آنکھیں مت کھولیے کہ یہ سب کچھ چار سال سے ہو رہا ہے اور ہم سب تماش بین ہیں جو روز میڈیا پر اس تماشے کا بلیٹن سنتے ہیں، اخبارات میں دیکھتے ہیں۔ فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑنے کے اعلانات نشر ہوتے ہیں، اتنے دہشت گرد مارے گئے، اتنے شدت پسند قتل ہو گئے، ہم نے آج اس جانب پیش قدمی کی۔ فلاں علاقہ قبضے میں لے لیا۔

ہم یہ سب سنتے ہیں، تھوڑی دیر تبصرہ کرتے ہیں اور پھر میٹھی نیند سو جاتے ہیں۔ ہمیں چار سال تک کبھی اس بات کی طرف دھیان ہی نہیں آیا کہ مرنے والے کون تھے؟ یہ انسان ہی تھے جن کی لاشیں بکھری ہوتی تھیں۔ لیکن ہم کیوں جانیں گے؟ ہم مزے سے ہیں۔ زندگی کی ہر نعمت سے آراستہ ہمارا گھربار بھی ہے۔ ہنستے مسکراتے بچے بھی ہیں اور ہماری چھتوں پر کوئی بغیر پائلٹ طیارہ نہیں اُڑتا۔ کوئی میزائل ہمارے گھروں پر رات کے اندھیرے میں نہیں گرتا، کوئی گن شپ ہیلی کاپٹر ہم پر تڑاخ پڑاخ گولیاں نہیں برساتا۔ راوی چین لکھتا ہے لیکن میرا دکھ عجیب ہے۔ میرا المیہ یہ ہے کہ جب میں ان لاکھوں ہجرت کرتے، بے گھر خاندانوں کو دیکھتا ہوں، ایسی بستی میں پڑے ہوئے، جہاں نہ پانی ہے نہ بجلی، جہاں خیرات کا کھانا ملتا ہے اور اس کی تقسیم کے لیے برتن بھی پورے نہیں، جہاں لاوارث بچے اور بیوہ عورتیں بے آسرا اور بے یار و مددگار ہیں تو سوچتا ہوں کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں جہاں جنگ چھڑ جاتی ہے، اندرونی فساد برپا ہوتا ہے، نسلی منافرت میں لوگ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگتے ہیں، انگولا ہو یا روانڈا، بوسنیا ہو یا کمبوڈیا یا کسی اور خطے میں ایک سفید ہیلی کاپٹر یا جہاز جس پر نیلے رنگ سے یو این او لکھا ہوتا ہے، وہاں ضرور اُترتا ہے، مہاجرین کا ہائی کمیشن پریس کانفرنس کرتا ہے، عالمی برادری کو امداد کے لیے کہتا ہے۔ پھر دنیا بھر کی این جی اوز اپنے لاؤ لشکر سمیت وہاں آنکلتی ہیں۔ ریڈ کراس کے موبائل ہسپتال، خیمہ بستیوں میں اسکول چلانے والی این جی اوز، معذوروں کی مدد کرنے والی تنظیمیں، جنگ ہوتی رہے، خانہ جنگی چلتی رہے کہ یہ تو ان کے بس میں نہیں مگر زخمیوں کا علاج، بھوکوں کو کھانا، بے گھروں کو گھر اور زندگی گزارنے کی بنیادی سہولیات تو دی جا سکتی ہیں اور پھر وہ اپنے کام میں مگن ہو جاتی ہیں...... لیکن اس سب کے علاوہ اس ظلم اور سربریت پر انسانی حقوق کی تنظیمیں احتجاج کرتی ہیں۔ رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔ ان پر ہونے والے ظلم کے خلاف مظاہرے ہوتے ہیں۔ ڈونرز کے پیسے پر پلنے والی این جی اوز سول سوسائٹی کے نام پر کبھی واک کرتی ہیں، کبھی شمعیں جلاتی ہیں اور کبھی ہاتھوں کی زنجیر۔ وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کے لیے امداد میسر آجائے۔

اے اپنے ہی گھر میں دربدر مہاجرین! تمہارے لیے یہ سب کون کرے گا؟ تمہارے لیے تو اسلامک ریلیف کے لوگ بھی نہ آسکے کہ کہیں انہیں دہشت گرد نہ قرار دے دیا جائے۔ ایسا حال تو عراق کے مظلوم عوام کا بھی نہیں ہوا تھا۔ ان کے مہاجر تو ان سب تنظیموں کے لاڈلے ہو گئے تھے۔ کون سا ملک ہے جہاں ان کے لیے جلوس نہ نکلے ہوں۔ تم وہ مقدر لے کر آئے ہو جو صرف اس دنیا میں دو اور مظلوم قوموں کے حصے میں آیا ہے۔ مدتوں فلسطین پر ڈھائے جانے والے ظلم پر کسی نے آواز نہ اُٹھائی اور نہ کسی اقوام متحدہ کے مہاجرین کمیشن کو ان کی یاد آئی اور سالوں کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو کوئی عالمی ادارہ پناہ دینے کو تیار نہ ہوا۔ اے باجوڑ اور وزیرستان کے مظلوم عوام! تمہارا مقدر کھلا آسمان ہے۔ لیکن اس کھلے آسمان پر ایک ایسی ہستی فرمانروا ہے جو پکار پکار کر کہتی ہے کہ تم اس بستی کے لوگوں کو اس ظلم سے نجات کیوں نہیں دلاتے جو پکار پکار کر کہتے ہیں: اے اللہ! ہمارے لیے کوئی مددگار بھیج دے۔ یاد رکھیے! جو قومیں اپنے آرام و آسائش میں مگن ہو کر اللہ کی اس پکار سے منہ موڑ لیتی ہیں وہ ظالم اقتدار کے حوالے کر دی جاتی ہیں۔ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں۔ جب بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو ان پر بادشاہوں کے دل رحمت اور نرمی سے بھر دیتا ہوں اور بندے جس وقت میری نافرمانی کرتے ہیں تو ان کے دل خفگی اور عذاب کے ساتھ پھیر دیتا ہوں۔“ وہ حالات بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک سخت گیر سے نجات حاصل کرتے ہیں تو دوسرا ان کی راہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ (بشکریہ ”ضرب مومن“)

امیر حلقہ سرحد شمالی کا تنظیمی دورہ

شیڈول کے مطابق یہ دورہ 16 تا 18 اگست طے تھا، تاہم باجوڑ کے المیہ اور رُفقاء کے خاندانوں کے وہاں سے ہجرت کی بنا پر یہ دورہ ایک ہفتہ بعد ہو سکا۔ 23 اگست کو رفقائے تنظیم اسلامی انجینئر محمد مختار اور گل حلیم آف دیر کی معیت میں عازم سفر ہو کر شام چترال پہنچ گئے۔ جہاں رفیق محترم ڈاکٹر اکرام اللہ ہمارے منتظر تھے۔ چترال جاتے ہوئے امیر مقامی تنظیم بی بیوڑ عالم زیب اور رفیق تنظیم میاں راحت جان سے ملاقات ہوگئی، اور کام کی پیش رفت پر تبادلہ خیال ہوا۔

رات ڈاکٹر اکرام اللہ کی رہائش گاہ پر چند رُفقاء سے ملاقات ہوئی اور مختلف امور زیر بحث آئے۔ باقاعدہ میٹنگ اتوار 24 اگست کو تنظیم کی لائبریری میں ہوئی، جس میں تقریباً 18 رُفقاء نے شرکت کی۔ اِس میٹنگ میں اُسروں کی تشکیل، ہفتہ وار اجتماعات، حلقہ قرآنی کا قیام، انفاق فی سبیل اللہ، انفرادی دعوت، رپورٹس، تنظیمی لٹریچر و کتب اور جرائد کا مطالعہ جیسے اُمور پر سیر حاصل بحث کی گئی۔

اس اُسرہ میں رُفقاء کی تعداد 27 ہے۔ اور ایک نئے رفیق مولانا تنویر الحق نے بھی اس موقع پر تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ مولانا موصوف چترال سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں کسی دینی درسگاہ میں آخری سال کے طالب علم ہیں۔ انہوں نے فکر تنظیم کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر اکرام اللہ کی سفارش پر 5 رفقاء کو ملتزم کی حیثیت دی گئی۔ اس طرح ہمیں موجودہ 28 رفقاء کو پانچ اُسروں میں تقسیم کرنے میں پیش رفت کا موقع مل گیا۔ بعد میں اُسروں کی تشکیل کے لئے باقاعدہ نوٹیفکیشن جاری کیا گیا۔ کارکردگی کی بنیاد پر اگلے قدم کے طور پر چترال میں باقاعدہ مقامی تنظیم کا قیام عمل میں لایا جائے گا، ان شاء اللہ

بعد از نماز ظہر چترال سے دیر کے لئے روانگی ہوئی تاہم چونکہ لواری اور زیارت کے درمیان طوفانی بارش اور پہاڑی نالہ میں طغیانی کے باعث سڑک دریا بُرد ہو گئی ہے، بنا بریں رات زیارت میں گزارنی پڑی۔ اگلے دن ہم کچھ پیادہ اور کچھ حصہ گاڑی پر طے کر کے دیر پہنچ گئے۔ ہماری اپنی گاڑی زیارت کے مقام پر دوسرے لوگوں کی تقریباً دو درجن گاڑیوں سمیت رہ گئی، جسے بعد میں سڑک کی اصلاح کے بعد لایا گیا۔ (مرتب: محمد فہیم امیر حلقہ سرحد شمالی)

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

پروگرام کا آغاز نمازِ مغرب کے بعد ہوا۔ سب سے پہلے امیر حلقہ جناب شاہد رضا کے ساتھ تعارف کی نشست ہوئی۔ اس کے بعد نعیم صفدر نے نماز کی اہمیت پر درس دیا۔ انہوں نے قرآنی آیات اور احادیث کے حوالوں سے نماز کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔ نماز عشاء کے بعد قاری منیر نے ادب و احترام اور اختلاف رائے کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا دین چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے ادب کا حکم دیتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اگر کسی سے اختلاف ہو بھی جائے تو ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کا اظہار کریں۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا، جس کے بعد باجوڑ کے متاثرین کے لیے انفاق اکٹھا کیا گیا، سونے کے آداب بیان کیے گئے اور اذکار یاد کروائے گئے جس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔

نماز فجر کی ادائیگی کے بعد جناب خادم حسین نے سورۃ الاعلیٰ کی روشنی میں قرآن کی عظمت و فضیلت بیان کی۔ انہوں نے حدیث کے حوالے سے کہا کہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے شخص کے جسم کے جس حصے پر بھی دھول پڑے گی وہ حصہ آگ سے محفوظ رہے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ دو شخص زمین کے لئے جھگڑا کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ یہ میری ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ یہ میری ہے، لیکن زمین یہ کہتی ہے کہ تم دونوں میرے ہو۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے دل و دماغ کے دروازے کھلے رکھنا ہوں گے، کیونکہ گھڑے کا منہ بند کر کے اگر ہم اسے ٹیوب ویل کے نیچے بھی رکھیں تو بھی وہ نہیں بھرے گا۔ سوا آٹھ بجے ناشتہ کیا گیا۔ ناشتے کے بعد جناب شاہد رضا نے حلقے کی مالیاتی رپورٹ پیش کی اور باجوڑ کے رفقاء کے لیے امدادی فنڈ اکٹھا کیا۔ اس کے بعد جناب عثمان بیگ نے ''اسلامی نظام معیشت'' کا دوسرے نظام ہائے معیشت کے ساتھ مختصر موازنہ کیا۔

اس کے بعد رفقاء پل ایک (ٹبہ پورا) پر جمع ہوئے اور سود کے خلاف ایک پر امن مظاہرہ کیا جو لگ بھگ ایک گھنٹہ جاری رہا۔ مظاہرے کے بعد دعا ہوئی اور اس کے ساتھ ہی یہ اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: اعجاز عنصر)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب جنوبی کے زیر اہتمام مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب جنوبی کے زیر اہتمام 28 اگست بروز جمعرات سہ پہر پانچ بجے نواں شہر چوک ملتان میں سودی نظام معیشت کے خلاف ایک پُرامن مظاہرہ ہوا۔ قبل ازیں سودی نظام معیشت کی شناعت کے حوالے سے دس ہزار ہینڈ بل شائع کروا کر تمام تنظیم حلقہ اور منفرد رفقاء کو ارسال کیا گیا، جسے مختلف تناظم اور رفقاء نے اپنے اپنے علاقہ میں تقسیم کیا۔ مظاہرہ کے لیے رفقاء کو پانچ بجے چوک نواں شہر میں جمع ہونے کا وقت دیا گیا تھا۔ الحمدللہ، رفقاء مقررہ وقت پر پہنچ گئے اور مظاہرہ اپنے وقت مقررہ پر شروع ہوا۔ مظاہرہ کی قیادت امیر حلقہ سعید اظہر عاصم، ڈاکٹر محمد طاہر خان، چوہدری محمود الٰہی اور محمد سلیم اختر نے کی۔ وہاڑی تنظیم سے راؤ محمد جمیل اور ان کے دیگر 10 رفقاء بھی مظاہرہ میں شریک ہوئے۔

شرکاء بینرز کے ساتھ ایک گھنٹہ چوک میں خاموشی سے کھڑے رہے۔ اس دوران ہینڈ بل بھی تقسیم کیے گئے۔ سوا چھ بجے ''خبریں'' آفس سے ملحقہ مسجد میں نماز عصر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد رفقاء ریلی کی صورت میں روزنامہ نوائے وقت کے دفتر پہنچے۔ وہاں پر پاکستان لیگ کے سربراہ محمد سید محمود علی نے جو اچانک وہاں سے گزرے، مظاہرہ دیکھ کر اپنی گاڑی رکوائی اور امیر حلقہ سے ملاقات کی اور مظاہرہ میں شرکت بھی کی۔ انہوں نے مظاہرہ کے اختتام پر رفقاء کا شکریہ ادا کیا اور مختصر خطاب بھی کیا۔

آخر میں ڈاکٹر محمد طاہر خان نے رفقاء سے مختصر خطاب کیا۔ دُعا پر مظاہرہ کا اختتام ہوا۔ مظاہرہ کی اطلاع دو دن پہلے ہی چھ اخبارات کو بذریعہ خط دے دی گئی تھی۔ چنانچہ اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر حضرات نے مظاہرہ کی کوریج کی اور اگلے روز 29 اگست 2008ء بروز جمعۃ المبارک 5 مقامی اخبارات میں مظاہرہ کی خبر شائع ہوئی۔ الحمدللہ، یہ مظاہرہ کامیاب رہا۔ ٹریفک پولیس نے رفقاء کا نظم و ضبط دیکھ کر روادی۔ اس مظاہرہ میں تقریباً 70 رفقاء نے شرکت کی۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں سود جیسی لعنت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس ملک کو سودی معیشت کے شکنجے سے نجات دے۔ آمین

(رپورٹ: سعید اظہر عاصم، امیر حلقہ پنجاب جنوبی)

پیر و مرید

[بالِ جبریل]

مرید ہندی	تا کُجا آویزشِ دین و وطن	جوہرِ جاں پر مقدم ہے بدن!
پیر رومی	قلب پہلو می زند بازر بشب!	انتظار روز می دارد ذہب
مرید ہندی	سِرِّ آدم سے مجھے آگاہ کر	خاک کے ذرّے کو مہر و ماہ کر
پیر رومی	ظاہرش را پشّۂ آرد بچرخ	باطنش آمد محیطِ ہفت چرخ
مرید ہندی	خاک تیرے نور سے روشن بصر!	غایتِ آدم خبر ہے یا نظر؟
پیر رومی	آدمی دید است، باقی پوست است	دیدآں باشد کہ دید دوست است
مرید ہندی	زندہ ہے مشرق تری گفتار سے	اُمّتیں مرتی ہیں کس آزار سے؟
پیر رومی	ہر ہلاکِ امّتِ پیشیں کہ بود	زانکہ برجندل گماں بردند عود!
مرید ہندی	اب مسلماں میں نہیں وہ رنگ و بُو	سرد کیونکر ہو گیا اس کا لُہو؟
پیر رومی	تا دلِ صاحبدلے نامد بہ درد	ہیچ قومے راخدا رسوا نہ کرد

1۔ مرید ہندی پوچھتے ہیں کہ دین اور وطن میں یہ آویزش کب تک جاری رہے گی؟ کیا واقعی بدن (مادہ) جان (رُوح) پر مقدم ہے؟

پیر رومی جواب دیتے ہیں کہ رات کے وقت چونکہ روشنی بہت کم ہوتی ہے، اس لیے کھوٹا سکہ بھی سونے کی برابری کرنے لگتا ہے۔ ایسی حالت میں سونا اُس کھوٹے سکے سے کچھ نہیں کہتا، بلکہ خاموشی کے ساتھ طلوعِ آفتاب کا انتظار کرتا ہے، کیونکہ دن کے وقت کھرے اور کھوٹے میں فوراً تمیز ہو جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ اس وقت یورپ میں الحاد اور بے دینی کا بازار گرم ہے، اس لیے وطنیت کا نظریہ لوگوں میں مقبول ہو رہا ہے، لیکن وہ وقت دُور نہیں جب اسلام کی صداقت کا آفتاب دنیا میں طلوع ہوگا اور اُس کی روشنی سے قلوب منور ہو جائیں گے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ وطنیت کی برائیوں اور خامیوں سے خود بخود آگاہ ہو جائیں گے۔

2۔ اے حضرت! میں تو ایک ذرہ خاک ہوں۔ براہ کرم مجھے اِس امر سے آگاہ کیجیے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ اِس حقیقت سے آگاہی مجھے مہر و ماہ کے ہم پلہ لانے کی مترادف ہوگی۔

پیر رومی فرماتے ہیں کہ آدم کی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔ ایک ظاہری (مادّی) دوسرا باطنی (رُوحانی)۔ ظاہری پہلو کے لحاظ سے انسان اِس قدر کمزور، عاجز اور ناتوان ہے کہ مچھر جیسی ضعیف اور حقیر شے بھی اُسے ہلاک کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اس میں تلمیح ہے نمرود کے واقعے کی طرف کہ جب اُس کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی تو اللہ نے اُسے اِسی دنیا میں سزا دی، اِس طریقے سے کہ ایک چھوٹا سا مچھر اُس کی ناک کی راہ سے اُس کے دماغ میں داخل ہو گیا اور اُس مچھر نے اُس باجبروت بادشاہ کی زندگی اجیرن کر دی۔ آدم کی حقیقت کا باطنی پہلو یہ ہے کہ آنحضورﷺ نے انسان اور نبی کی حیثیت سے ہفت افلاک طے کر کے معراج کا رُتبہ حاصل کیا۔

3۔ مرید دریافت کرتا ہے کہ آپ تو ایسے صاحبِ حکمت و بصیرت ہیں کہ اپنے نُور سے مٹی کے پتلے کی آنکھیں روشن کر دیتے ہیں، مجھے اتنا بتا دیجیے کہ آدم کا مقصدِ حیات کیا ہے؟ خبر یا نظر؟ (یہاں خبر سے مُراد عقل ہے اور نظر سے مراد عشق ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو کس لیے پیدا کیا ہے؟ عقل میں ترقی کر کے فلسفی اور سائنس داں بننے کے لیے یا عشق میں ترقی کر کے عارف بننے کے لیے؟

پیر رومی جواب دیتے ہیں کہ انسان کی حقیقت محض دیدارِ دوست ہے، باقی سب کچھ محض تکلفات ہیں۔ دیدار سے مُراد دیدارِ الٰہی ہے۔ محبوبِ حقیقی کے جمال سے آنکھوں میں روشنی آجاتی ہے۔ مُراد یہ ہے کہ عشقِ حقیقی ہی سے انسانی رُوح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

4۔ حضرت! ابلاشبہ آپ کے کلام سے مشرق زندہ ہے۔ یہ بتائیے کہ قوموں کی ہلاکت کا کیا سبب ہے؟

پیر رومی جواب دیتے ہیں کہ جب کوئی قوم جندل (پتھر، مراد باطل) کو عود (خوشبودار لکڑی) سمجھنے لگتی ہے، یعنی اللہ کے قانون کو چھوڑ کر نفسِ امارہ کی پیروی کرنے لگتی ہے تو انجامِ کار فنا ہو جاتی ہے۔

5۔ مرید دریافت کرتا ہے کہ مسلمانوں کا خوں کیوں سرد ہو گیا؟ اُن میں وہ پہلی سی شان و شوکت، وہ جذبہ، وہ قوتِ عمل کیوں غائب ہو گئی؟

پیر رومی سمجھاتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان اب سچائی اور حق پرستی سے محروم ہو گئے ہیں اور اُن اہلِ حق کے لیے دل شکنی اور دُکھ کا سبب بن گئے ہیں، جنھوں نے اُن کی رہنمائی کی اور اس عمل میں بے شمار مصائب سے دوچار ہوئے۔

خوشخبری

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام

دینی وعصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

امسال بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم کا آغاز بھی کیا جا رہا ہے

قیام وطعام کی سہولت موجود ہے

191 اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور۔ فون: 5833637 (042)

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

خصوصیات

☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری وعملی رہنمائی
☆ تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام
☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
☆ خوبصورت عمارت اور کلاس روم
☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
☆ وقت کا موثر استعمال
☆ مواقع تفریح کی فراہمی

شرائط داخلہ

☆ دینی مدارس کے طلبہ درجہ اولیٰ کے لیے درجہ متوسطہ اور درجہ ثانیہ کے لیے درجہ اولیٰ پاس ہونا لازمی ہے۔ یا
☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے

درجہ اولیٰ اور ثانیہ (میٹرک)

میں نئے تعلیمی سال کے

داخلے جاری ہیں

معلومات داخلہ

☆ داخلے امسال شعبان سے لے کر 20 شوال تک جاری رہیں گے
☆ 21 شوال کو ٹیسٹ/انٹرویو ہوگا۔ ان شاءاللہ
☆ 22 شوال کو رزلٹ کا اعلان ہوگا،
☆ 25 شوال سے نئے اسباق کا آغاز ہوگا۔ ان شاءاللہ
☆ تفصیلی معلومات کے لیے ناظم اعلیٰ کلیۃ القرآن / ناظم شئون الطلاب قرآن اکیڈمی لاہور سے رابطہ کریں!

دیگر شہروں میں رابطہ مراکز:

- کراچی: قرآن اکیڈمی، DM-55 درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس کراچی فون: 3-5340022(021)
- پشاور: 18-A ناصر مینشن، شعبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2۔ فون: 2214495 (091)
- ملتان: قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی فون و فیکس: 6520451(061)
- فیصل آباد: انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ، سعید کالونی نمبر 2۔ فون: 8520869(041)
- اسلام آباد: 31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سکیم 1-8/4 فون: 4434438(051)

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ **کُلّیۃ القرآن** (قرآن کالج)
191۔ اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 5860024 - 5833637 (042)

ذیلی دفتر: ناظم شئون الطلاب **قرآن اکیڈمی**
K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-5869501(042)
فیکس: 5834000(042)، ای میل: irts@tanzeem.org